عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

دُعا

جلد: ۲۰ | ۵ تا ۱۱ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۹ تا ۲۵ / اپریل ۲۰۰۲ء | شمارہ: ۴۸

قیمت: روپے

اللہ کی نعمتوں کا استحضار

شہدائے یرموک کا ورثہ

مسلمانوں کا قتل عام اور عالمی رائے عامہ کی بے حسی!

اسلام کا نظام وراثت
عدل وانصاف کا پیمانہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

حرام کمائی کے اثرات؟

س:...... جو رقم کہ سینما گھر میں فلم چلانے والوں سے ہال کے کرائے کی شکل میں وصول کی جاتی ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے اور موجودہ زمانے کے مطابق علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حرام کمائی انسانی اخلاق و کردار پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟ اور مجموعی طور پر معاشرے میں اس کی وجہ سے کیا بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے؟

ج:...... سینما یا اس نوعیت کے دیگر ناجائز معاشی ذرائع کے بارے میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کا فتویٰ کس کو معلوم نہیں؟ جہاں تک حرام کمائی کے انسانی اقدار پر اثر انداز ہونے کا تعلق ہے؟ وہ بھی بالکل واضح ہے کہ حرام کمانے اور کھانے سے آدمی کی ذہنیت مسخ ہو جاتی ہے اور نیکیوں کی توفیق جاتی رہتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”جس جسم کی پرورش حرام سے ہوئی ہو دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔“

غنڈوں کی ہوس کا نشانہ بننے والی لڑکیاں معصوم ہوتی ہیں:

س:...... جو بچیاں آئے دن غنڈوں کی ہوس کا نشانہ بن جاتی ہیں ظاہر بات ہے وہ تو معصوم اور ناسمجھ ہیں، چونکہ ان بے چاریوں کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا اس لئے اگر خدانخواستہ جن معصوموں کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا ہو کیا اس سے ان کی آئندہ زندگی پر کوئی اثر پڑے گا؟ یا وہ بے گناہ شمار ہوں گی؟

ج:...... اس معاملہ میں وہ قطعاً بے گناہ ہیں، آئندہ کا حال اللہ کو معلوم ہے۔

بچے کو میٹھا چھوڑنے کی حضور ﷺ کی نصیحت والی حدیث من گھڑت ہے:

س:...... درج ذیل حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ ایک عورت کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کرانی چاہی کہ وہ میٹھا کھانا چھوڑ دے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دن بعد آؤ۔ وہ عورت دو دن بعد آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پہلے خود چینی کھانا کم کی پھر نصیحت کی۔ نیز یہ کہ جب تک نیک عمل خود نہ کرو دوسرے کو اس کی تلقین نہ کرو۔ براہ کرم تفصیل اور حوالے سے جواب عنایت فرمائیں اس لئے کہ یہی بات حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی بیان کی جاتی ہے، اس واقعہ کو بیان کر کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں جاؤ، پہلے خود تو سو فیصد دین پر عمل کر لو پھر ہمارے پاس آنا، اور یہ کہ تبلیغ تو مسلمانوں میں جائز ہی نہیں ہے۔

ج:...... یہ روایت خالص جھوٹ ہے جو کسی نے تصنیف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی، دیگر اکابر کی طرف بھی اس کی نسبت غلط ہے، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے کہ مسلمانوں کو بھلے کام کے لئے نہ کہا جائے اور برے کام سے منع نہ کیا جائے۔

قرآن خواہ نیا پڑھا ہو یا پرانا اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے:

س:...... اکثر محفل قرآن خوانی میں بعض مرد یا خواتین کہتے ہیں کہ انہوں نے اب تک گھر پر مثلاً پانچ یا دس پارے پہلے پڑھے ہیں، وہ اس میں شامل کر لیں، یا پھر اکثر قلت قارئین کی وجہ سے پارے گھر گھر بھیج دیئے جاتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

ج:...... یہاں چند مسائل ہیں:

ا:...... مل کر قرآن خوانی کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے، اگر کی جائے تو سب آہستہ پڑھیں تاکہ آوازیں نہ ٹکرائیں۔

۲:...... آدمی نے جو کچھ پڑھا ہو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے، خواہ نیا پڑھا ہو یا پرانا پڑھا ہو۔

۳:...... ایصال ثواب کے لئے پورا قرآن پڑھوانا ضروری نہیں، جتنا پڑھا جائے اس کا ثواب بخش دینا صحیح ہے۔

۴:...... کسی دوسرے کو پڑھنے کے لئے کہنا صحیح ہے بشرطیکہ اس کو گرانی نہ ہو، ورنہ درست نہیں۔

انبیاءؑ و اولیاءؒ وغیرہ کو دعاؤں میں وسیلہ بنانا:

س:...... ایک صاحب نے اپنی کتاب ”وسیلے واسطے“ میں لکھا ہے کہ جو لوگ مردہ بزرگوں، انبیاء کرام یا اولیاء یا شہداء کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بناتے ہیں یہ شرک ہے؟

ج:...... ان صاحب کا یہ کہنا کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعا کرنا شرک ہے، بالکل غلط ہے۔ بزرگوں سے مانگا تو نہیں جاتا، مانگا تو جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے، پھر اللہ سے مانگنا شرک کیسے ہوا؟

اخبارات میں شائع ہونے والے لفظ ”اللہ“ کا کیا کریں؟

س:...... اخبارات میں قرآنی آیت کے علاوہ دیگر ناموں کے ساتھ ساتھ ”اللہ“ کا نام بھی ہوتا ہے۔ ان کا کیا کیا جائے؟

ج:...... کاٹ کر محفوظ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد: ۲۰ شمارہ: ۴۸ ۵ تا ۱۱ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۹ تا ۲۵ / اپریل ۲۰۰۲ء

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلال پوری
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا محمد اشرف کھوکھر
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

مسلمانوں کا قتل عام اور عالمی رائے عامہ کی بے حسی! (اداریہ) 4
اللہ کی نعمتوں کا استحضار (مولانا سید اسعد مدنی) 7
اسلام کا نظام وراثت (مولانا برہان الدین سنبھلی) 10
پیغام محمدیؐ کے احسانات (علامہ سید سلیمان ندویؒ) 14
اسلامی نظام اس کے تقاضے (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن) 19
قادیانیوں سے چند سوال (مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ) 21
شہداء یرموک کا ورثہ (مولانا محمد اسمٰعیل عارفی) 24
دعا (وسیم احمد قاسمی) 26

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک ، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
کراچی پاکستان ارسال کریں

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۱۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت،
مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۱۹۰ امریکی ڈالر

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲ ـ ۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مسلمانوں کا قتل عام اور عالمی رائے عامہ کی بے حسی

گزشتہ سال انتہا پسند ہندوؤں کی جانب سے بابری مسجد والی جگہ پر رام مندر کی تعمیر کے لئے ۱۲/ مارچ ۲۰۰۲ء کی تاریخ کے اعلان کے بعد سے ہی فضا میں تناؤ اور کشیدگی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ اس مسجد کی خانہ خدا ہونے کے علاوہ ایک تاریخی حیثیت بھی تھی جسے کئی سال قبل انتہا پسند ہندوؤں نے جس بری طرح پامال کیا تھا اس سے تمام دنیا پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی تھی کہ درحقیقت اسلام کے سوا ہر مذہب بنیادی طور پر انتہا پسندی کا مذہب ہے اور مسلمانوں کے سوا ہر مذہب کا پیروکار مکمل طور پر انتہا پسند ہوتا ہے لیکن اس پر چار چاند اس وقت لگے جب ۱۲/ مارچ ۲۰۰۲ء کی تاریخ کے قریب آتے کے ساتھ ہی انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں بے گناہ مسلمانوں کا ایسا قتل عام شروع ہوا جس کا مقابلہ صرف اسرائیلی قابض افواج کے ہاتھوں مغربی کنارہ میں واقع پناہ گزین کیمپ میں فلسطینی مسلمانوں کا ظالمانہ قتل عام ہی کرسکتا ہے۔ گزشتہ دنوں ایک اداریہ میں ہم نے یہ لکھا تھا کہ یہ ہندوستان میں تقسیم ہندوپاک کے بعد سے رونما ہونے والے بدترین مذہبی فسادات ہیں جن میں گجرات میں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں ان سطور کے لکھے جانے تک سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پانچ سو افراد ہلاک ہو چکے تھے جبکہ بھارتی سیاسی جماعت کانگریس کے دعوے کے مطابق آٹھ سو افراد ہلاک ہو چکے تھے اور غیر سرکاری تجزیہ نگار نے ہزاروں مسلمانوں کی ہلاکت کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ ان سطور کے تحریر کیے جانے تک ان فسادات کا دائرہ ہندوستان کے مشہور شہر ممبئی تک پھیل چکا ہے جس کے بعد شاید مسلمانوں کی ہلاکت کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہوگی۔ ان فسادات کے حوالے سے اخبارات نے جو تازہ ترین خبر شائع کی ہے وہ درج ذیل ہے:

”مسلم کش فسادات ممبئی تک پھیل گئے ۱۳ افراد ہلاک، کئی گھر اور دکانیں جلادی گئیں، غیر معینہ مدت تک کیلئے کرفیو

فسادات کے دوران ایک شخص کو چھرا گھونپ دیا گیا، والدہ صدمے سے ہلاک، ہندو انتہا پسندوں کے مسلمان آبادیوں پر حملے

گجرات میں پیرا ملٹری فورسز کے مزید ڈیڑھ ہزار جوان تعینات، ہندو پریشد اور بجرنگ دل نے مسلمانوں کے قتل عام کیلئے اسلحہ تقسیم کیا، پولیس تحقیقات

ممبئی (ریڈیو/ ٹی وی رپورٹ/ جنگ نیوز) بھارت میں ہونے والے مسلم کش فسادات صوبہ مہاراشٹر کے دارالحکومت ممبئی تک پھیل گئے ہیں۔ ممبئی کے علاقے کلیان میں اب تک ۱۳ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ کئی گھروں اور دکانوں کو آگ لگادی گئی۔ چاقو زنی اور آتش زنی کے واقعات کے بعد پولیس نے غیر معینہ مدت تک کرفیو نافذ کر دیا ہے۔ مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے داخلہ کرپاشنکر سنگھ نے کلیان کی صورتحال کے بارے میں بتایا کہ وہاں حالات اب قابو میں ہیں، پولیس کا کہنا ہے کہ علاقے میں تشدد کے واقعات ہندو انتہا پسند جماعت بجرنگ دل کے ایک کارکن کی ہلاکت کے بعد شروع ہوئے ہیں۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے مطابق جھڑپوں کے دوران ایک شخص کو چھرا گھونپ دیا گیا جبکہ اس کی والدہ صدمے سے جاں بحق ہوگئی۔ ایک اور عورت کی ہلاکت کی تفصیلات مل نہیں سکیں۔ کلیان اور کئی دیگر علاقوں میں ہندو انتہا پسندوں نے مسلمانوں کی آبادیوں پر حملے کئے۔ حکام نے سریع الحرکت فورس طلب کرلی ہے جبکہ گجرات میں جھڑپوں کی اطلاعات پر پیرا ملٹری فورسز کی مزید ۱۱ کمپنیاں تعینات کردی گئی ہیں جن میں ۱۶۵۰ جوان شامل ہیں۔ گجرات میں پولیس تحقیقات کے دوران انکشاف ہوا ہے کہ انتہا پسند جماعتوں وشوا ہندو پریشد اور بجرنگ دل نے مسلمانوں کے قتل عام کے لئے ہندو جنونیوں میں اسلحہ تقسیم کیا تھا۔“ (۱۱/ اپریل ۲۰۰۲ء)

ابھی ان واقعات کی گرد بھی نہ چھٹنے پائی تھی کہ مغربی کنارہ میں واقع پناہ گزین کیمپ میں اسرائیل قابض افواج کے ہاتھوں ۲۰۰ فلسطینی شہریوں کے ظالمانہ قتل عام کا اندوہناک سانحہ رونما ہوا جس کی دنیا بھر کے مسلم ممالک نے پُرزور مذمت کی اور اسرائیل کی ان کارروائیوں کو "وحشیانہ کارروائیاں" قرار دیا۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کے ترجمان کی جانب سے گزشتہ دنوں جو مذمتی بیان اخبارات میں شائع ہوا وہ پیش خدمت ہے:

"۲۰۰ فلسطینیوں کا قتل عام قابل مذمت ہے' پاکستان

اسرائیل کی وحشیانہ کارروائیوں سے خطے میں امن کو شدید خطرہ لاحق ہے' دفتر خارجہ

اسلام آباد (اے پی پی) پاکستان نے مغربی کنارہ میں پناہ گزین کیمپ میں اسرائیلی قابض افواج کی جانب سے ۲۰۰ فلسطینی شہریوں کے ظالمانہ قتل عام کی بھرپور مذمت کی ہے۔ بدھ کے روز ایک بیان میں دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ ان مسلسل وحشیانہ کارروائیوں کے ذریعے اسرائیل نے انسانی بحران میں مزید اضافہ کیا ہے اور ان سے علاقائی امن کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسرائیلی کارروائیاں تمام فلسطینی شہروں سے اسرائیلی افواج کے فوری انخلاء اور بامقصد سیز فائر کے اطلاق کیلئے اقوام متحدہ سلامتی کونسل کی حالیہ قراردادوں اور بین الاقوامی برادری کے مطالبوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ترجمان نے کہا کہ پاکستان کی حکومت تمام اسرائیلی فوجی کارروائیوں کے فوری خاتمہ اور اس کی افواج کے مکمل انخلاء کا مطالبہ کرتی ہے تاکہ پائیدار' منصفانہ اور حتمی امن کیلئے مذاکرات بغیر کسی تاخیر کے دوبارہ شروع کئے جاسکیں۔" (۱۱/اپریل ۲۰۰۲ء)

حیرت کا مقام ہے کہ ہندوستان اور اسرائیل کی جانب سے مسلمانوں کے اس ظالمانہ قتل عام پر انسانی حقوق اور دہشت گردی کا شور مچانے والے طبقات خاموش ہیں۔ اس قسم کے واقعات نے جہاں غیر مسلموں کے اسلام دشمن رویہ اور مسلم کش پالیسی سے پردہ مکمل طور پر اٹھادیا ہے وہاں اب یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے کہ اسلام دشمن ممالک مسلمانوں کو کرۂ ارض سے ختم کرنے کے اپنے طے شدہ منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ اب تک بھارتی یا فلسطینی مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا ہے خدانخواستہ اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ کسی مذہبی اقلیت کے خلاف کسی مسلم ملک میں رونما ہوجاتا ہے تو ایک طوفان برپا ہوجاتا ہے اور چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے' جیسا کہ گزشتہ دنوں اسلام آباد میں رونما ہونے والے چرچ والے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے' جس کی پوری دنیا نے کچھ اس طرح مذمت کی کہ پوری پاکستانی انتظامیہ ہل کر رہ گئی۔ اگر اسی طرح کا ردعمل دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے بھارت اور اسرائیل کے خلاف ظاہر کیا جائے اور انہیں اس ظلم اور ان وحشیانہ کارروائیوں سے سختی سے روکا جائے تو شاید آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ایسے حالات رونما نہ ہوں لیکن بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس وقت ہو جب کہ مسلمانوں کو انسان سمجھا جاتا ہو' افسوس تو یہی ہے کہ عالمی رائے مسلمانوں کو انسانوں سے بھی بدتر سمجھتی ہے' یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا قتل عام ہوجائے تو اسے معمولی بات سمجھا جاتا ہے لیکن کسی مسلم ملک میں ایک قادیانی یا عیسائی یا کسی دیگر غیر مسلم کی غیر طبعی موت واقع ہونا تو کجا کسی مقدمہ میں اسے صرف سزا ہوجائے تو آسمان سر پر اٹھالیا جاتا ہے اور اسے انسانی حقوق کی توہین گردانا جاتا ہے' اور اس وقت تک اس مسلم ملک کو اس جرم بے گناہی سے رہائی نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس قادیانی یا عیسائی کو اس مقدمہ سے باعزت بری نہ کردیں اور اسے عزت کے ساتھ کسی ایسے ملک میں نہ پہنچادیا جائے جہاں اسے اس کے اس ناپسندیدہ فعل کی بنا پر پذیرائی مل سکے جس کی بنا پر وہ مستوجب سزا ٹھہرا تھا۔ ہم نے ماضی میں ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ عالمی رائے عامہ اور ترقی یافتہ ممالک غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کی بدحالی' ان پر مظالم' ان کے قتل عام اور ان کے خلاف وحشیانہ کارروائیوں کو کس کھاتے میں ڈالیں گے؟ کیا یہ اقلیتوں پر ظلم نہیں؟ لیکن تا حال عالمی رائے عامہ اور ترقی یافتہ ممالک ہمارے اس سوال کا جواب دینے سے محروم ہیں۔ بے گناہ فلسطینی مسلمان آئے دن اسرائیل کی متعصب یہودی حکومت کے مظالم کا نشانہ بن کر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کررہے ہیں اور آزادی کی ایک نئی تاریخ رقم کررہے ہیں لیکن ان کے قتل عام پر اقوام عالم کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بھارت کی انتہاپسند حکومت جنونی ہندو انتہاپسندوں کو مسلمانوں کے قتل عام کے لئے فری ہینڈ دے چکی ہے لیکن کوئی اسے اس کے اس مکروہ فعل سے روکنے والا نہیں۔ لے دے کر چند گنے چنے مسلم ممالک ہیں جو مسلمانوں کے اس قتل عام پر یا اس سے ملتے جلتے واقعات کے خلاف ایک بیان دیدیتے ہیں اور بس۔

یہ واقعات درحقیقت اس بات کا برملا اظہار ہیں کہ تمام غیر مسلم اقوام اپنے آپس کے تمام تر اختلافات کو بھلا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں متحد ہو چکی ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں مسلمان مارے جاتے ہیں‘ ان کا قتل عام ہوتا ہے یا ان پر مظالم ہوتے ہیں تو ان واقعات پر یہ اقوام خاموشی اختیار کر لیتی ہیں لیکن جیسے ہی ان کے کسی بھائی بند کے ساتھ کوئی واقعہ کسی مسلم ملک میں رونما ہوتا ہے تو اس مسلم ملک کے خلاف ان اقوام کا میڈیا فوراً حرکت میں آ جاتا ہے اور پروپیگنڈے کے ذریعہ اس مسلم ملک کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ اپنے میڈیا کے ذریعہ ان اقوام نے کوسوو‘ بوسنیا‘ کشمیر اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کے قتل عام کو صاف چھپا دیا اور اس کے برعکس مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے قابل سزا جرائم کو معاف کرانے اور انہیں مسلمانوں سے بھی زیادہ حقوق دلوانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی اور اس کے لئے طاقت کی زبان استعمال کرنے تک سے گریز نہ کیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان تمام تر واقعات کے پیش نظر ہم دنیا بھر کے ممالک خصوصاً تمام ترقی یافتہ ممالک سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اسرائیل اور بھارت کی حکومتوں کو ان کی وحشیانہ کارروائیوں پر تنبیہ کریں اور انہیں فوری طور پر اس بات کا پابند کریں کہ وہ اپنے ممالک میں مسلمانوں کے قتل عام‘ مسلمانوں کو زندہ جلا دینے‘ ان کی املاک کو نذر آتش کرنے‘ مساجد کو شہید کرنے اور اس سے ملتے جلتے واقعات کا سدباب کریں۔

خانہ کعبہ پر ایٹمی حملہ کرنے کے مطالبہ کا انجام

گزشتہ دنوں ایک خبر بعض پاکستانی اخبارات میں موضوع بحث بنی رہی۔ اس خبر کے مطابق امریکی صحافی رچ لوری نے ''انٹرنیشنل ریویو'' نامی ایک رسالے میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں تمام مسلمانوں کو نیویارک اور واشنگٹن پر ہونے والے حملوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ان کے مرکز و محور خانہ کعبہ پر ایٹم بم گرانے کا مطالبہ کیا تھا۔ ابھی اس خبر پر احتجاج کا سلسلہ جاری تھا کہ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' کے مصداق کے طور پر اس صحافی پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ اس حوالے سے اخبارات میں شائع ہونے والی خبر ملاحظہ فرمایئے:

''مکہ مکرمہ پر ایٹم بم گرانے کا مطالبہ کرنے والے امریکی صحافی پر فالج کا شدید حملہ

نیویارک (ثناء نیوز) مکہ مکرمہ پر ایٹم بم گرانے کا مطالبہ کرنے والے امریکی صحافی رچ لوری پر فالج کا شدید حملہ ہوا ہے اور اس کی حالت خطرے میں بتائی جاتی ہے۔ اوہایو میڈیکل ہسپتال کے ڈاکٹروں نے رچ لوری کی اچانک بیماری کی اطلاع دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی۔ واضح رہے کہ امریکی صحافی نے چند روز پیشتر انٹرنیشنل ریویو نامی رسالے میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں تمام مسلمانوں کو نیویارک اور واشنگٹن پر ہونے والے حملوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ان کے مرکز و محور کعبہ پر ایٹم بم چلانے کا مطالبہ کیا تھا۔'' (۴/اپریل ۲۰۰۲ء)

ابرہہ کے جانشین رچ لوری نے تو جو ہذیان بکا اس کا نتیجہ بھگت لیا‘ اللہ تعالیٰ کے گھر کی توہین کرنے‘ اسے ڈھانے کی کوشش کرنے یا اس کی ترغیب دینے والے اسی قسم کی سزائیں پاتے ہیں۔ پوری مغربی دنیا میں اس وقت مسلمانوں کو ۱۱/ستمبر کے واقعات کی وجہ سے مجرم سمجھا جا رہا ہے اور ان کے خلاف مذہبی اور نسلی تعصب کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر یہ سلسلہ صرف یہاں تک محدود رہتا تو اسے ایک بُری انسانی خصلت سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن صحافی رچ لوری نے ۱۱/ستمبر کے مسلمانوں کے ناکردہ جرم کی سزا کے طور پر خانہ کعبہ پر ایٹم بم گرانے کا جو مطالبہ کیا تھا غالباً وہ خود مغرب میں بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس قسم کے مضامین شائع کرنا کیا خود اشتعال پھیلانے اور اسلام اور مغرب کے درمیان پیدا ہونے والی خلیج کو مزید وسیع کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہوگا؟ ہماری رائے میں پوری مغربی دنیا کو اس نامعقول مطالبہ کی پُرزور مذمت کرنی چاہئے تھی‘ جو بدقسمتی سے اس نے نہیں کی۔ اب بھی وقت ہے‘ مغربی دنیا اگر اب بھی اسلام کے حوالے سے اپنی پالیسی تبدیل کر لے اور اسلام کی عالمگیر اور آفاقی حیثیت کو قبول کر لے تو اس خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے‘ ورنہ اسی قسم کے نامعقول مطالبات سامنے آتے رہیں گے جیسا صحافی رچ لوری نے کیا‘ اور اس کے نتیجہ میں نفرت کی سیاست پروان چڑھے گی جو کسی طور مغرب کے وسیع تر مفاد میں نہیں ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا استحضار

اللہ تعالیٰ نے سارا عالم اور جو کچھ اس میں پایا جاتا ہے پیدا کیا اور ان تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ شرافت انسان کو عطا کی اسی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسی شرف وفضیلت اور اعلیٰ تخلیق کو قرآن مقدس میں چار قسمیں کھا کر بیان فرمایا ہے:

"قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر مکہ معظمہ کی! کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔" (سورۃ والتین: ۱تا۴)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے زیادہ شرافت اور اعلیٰ تخلیق سے نوازا اور مزید اللہ کا احسان اور فضل یہ ہے کہ تمام کائنات کی چیزوں کو خادم اور انسان کو مخدوم بنایا۔

خادم کی چار قسمیں ہیں:

خادم چار قسم کے ہوتے ہیں ایک نوکر کہلاتا ہے جو خدمت کے لئے رکھا جاتا ہے اور اسے تنخواہ دینی پڑتی ہے، دوسرا مزدور ہوتا ہے جب خدمت اور کام کاج کی ضرورت ہوئی اس سے کام کرایا اور مزدوری دے دی، تیسری قسم خادم کی پہلے ہوا کرتی تھی جس کو غلام کہتے ہیں اسے خریدا جاتا تھا اور اس سے خدمت اور کام لیا جاتا تھا اس کی کوئی تنخواہ یا مزدوری نہیں دینی پڑتی تھی وہ خریدا ہوا ہوتا تھا لیکن اس کی تمام ضرورتیں کھانا، پینا اور دوسری ضروریات وہ سب آقا کے ذمہ ہوتی تھیں اور اگر آقا اس کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات کی تکمیل میں کوتاہی [illegible] غلام کو حاکم وقت سے شکایت اور فریادرسی کا حق ہوتا تھا لیکن اس سے بھی کم تر درجہ کا ایک خادم ہے جس کو اردو میں بیگاری اور عربی میں مسخر خادم کہا جاتا ہے، اسے نہ تنخواہ ملتی ہے اور نہ دیگر ضروریات کے مطالبہ کا حق ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی آزادی سے پہلے بیگاری کے طور پر کام لیا جاتا تھا زمیندار اور روسا اپنی رعیت کے لوگوں کو بلا لیتے تھے اور اپنا کام کروا لیتے تھے پھر کام پورا ہو جانے پر چھٹی کر دیتے تھے۔ اجرت و معاوضہ کے بارے میں سوچتے بھی نہیں تھے تو اسی چوتھی قسم کے خادم کی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ہر چیز کو مسخر فرمادیا، ہر چیز اس انسان کی بیگاری خادم بنی ہوئی ہے جس سے چاہے فائدہ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

حضرت مولانا سید اسعد مدنی

"کیا تم لوگوں کو (مشاہدہ اور دلائل سے) یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو (بالواسطہ یا بلاواسطہ) تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں موجود ہیں اور جو کچھ زمین میں (موجود) ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔" (سورۃ لقمان: ۲۰)

مذکورہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کردیا ہے جب چاہے ان چیزوں سے لطف اندوز ہو اور بہت سی چیزیں تو ایسی ہیں جو خود بخود انسان کو فائدہ پہنچا رہی ہیں، مثلاً چاند روز اپنے وقت معینہ پر نکلتا ہے اندھیری راتوں کو جگمگا دیتا ہے، سورج بھی روز اپنے وقت معینہ پر نکل کر ساری دنیا کو اپنے بے شمار فوائد سے فیضیاب کرتا ہے اس کے نکلتے ہی روشنی اور اجالا پھیل جاتا ہے، زمین کو طاقت پہنچاتا ہے، پھول کھل جاتے ہیں، کھیتیاں اگتی ہیں، درختوں کے پھلوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، سورج نکلتے ہی ساری دنیا کے لوگ زندہ ہو جاتے ہیں، تجارت، کھیتی، گھریلو کام اور دفاتر، سواریاں غرضیکہ سارا عالم حرکت میں آجاتا ہے۔

سورج کی نعمت:

اسی طرح جب ایک وقت مقررہ پر سورج ڈوب جاتا ہے اور سارے دن کے تھکے ہارے لوگ جب نیند کی آغوش میں جاتے ہیں تو انہیں وہ آرام وچین، سکون و راحت نصیب ہوتی ہے جو لاکھوں روپے کی ٹانک اور دوا نہیں دے سکتی، سونے کے بعد دماغ، قلب، جسم اور دیگر اعضاء میں فرحت وانبساط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، کام کرنے، چلنے پھرنے کی وجہ سے بدن پر جو تکان اور پریشانی مسلط تھی وہ سب دور ہو جاتی ہے، صبح کو انسان بالکل نئی زندگی لے کر اٹھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ سورج کو غروب کر کے تمام دنیا کے لوگوں کو سکون وچین، فرحت وانبساط کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے، اسی وجہ سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب صبح ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے زبان پر یہ دعا جاری ہو:

"الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد ہے کہ جس نے ہم کو مردے کی طرح رات

میں سلایا تھا‘ صبح کو پھر بخیریت زندہ کر دیا اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ نے سورج کو ہمارے لئے مسخر کر دیا اور اللہ نے اس کو جو نظام دے دیا اسی نظام کے تحت وہ انسان کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

ہوا بھی مسخر ہے:

اسی طرح اللہ نے ہوا کو انسان کے لئے مسخر فرما دیا‘ اس کے ذریعہ بھی انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں‘ گرمیوں میں بغیر ہوا کے انسان کا جینا مشکل ہو جاتا ہے‘ ہوا گندگی‘ جراثیم‘ بدبو اور خراب ماحول کو اڑا کر لے جاتی ہے‘ گلیاں‘ مکان‘ محلے ہوا کے ذریعہ صاف ستھرے ہو جاتے ہیں‘ فضا صحت مند ہو جاتی ہے۔ اس ہوا سے ہمارے جانوروں اور پرندوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ یہی ہوا سانس کے ذریعہ ہمارے بدن میں جاتی ہے اور جسم کی گندگی کو واپس نکال لاتی ہے‘ اس ہوا اور سانس کے ذریعہ انسان کی زندگی کی بقا ہے‘ اگر سانس اندر آنا جانا بند کر دے تو انسان کے تمام اعضاء مردہ ہو جائیں گے‘ پھر تمام ڈاکٹروں اور حکیموں کی تدبیریں فیل ہو جاتی ہیں‘ پھر کوئی زندگی نہیں دے سکتا۔ تو یہ ہوا بھی بڑی نعمت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے لئے مسخر فرما دیا‘ ساری عمر ہم اس نعمت سے لطف اندوز ہوتے ہیں‘ کبھی ایک دھیلہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ اگر یہ مقدر کے سانس پورے ہو جائیں تو ساری دنیا کی دولت دے کر ایک سانس نہیں لیا جا سکتا لیکن اتنی بڑی نعمت سانس کی آج ہم اس کی قدر نہیں کرتے اور کبھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

”بے شک آدمی بہت ہی بے انصاف‘ بڑا ہی ناشکرا ہے۔“ (سورۂ ابراہیم:۳۴)

اسی طرح کی اور بے شمار نعمتیں اللہ نے عطا فرمائیں جن کا شمار کرنا بھی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔“ (سورۂ ابراہیم:۳۴)

اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان گنت نعمتوں سے نوازا لیکن انسان اتنا ناشکرا ہے کہ ان نعمتوں کو اپنا حق سمجھتا ہے‘ اللہ کی طرف سے انعام و احسان تصور نہیں کرتا۔ اللہ نے کسی کو مال کی دولت و نعمت سے نوازا تو وہ اسے عطائے خداوندی تصور نہیں کرتا کہ اللہ نے یہ مال و دولت دے کر میرے اوپر احسان فرمایا‘ میں اس پر اللہ کا شکر ادا کروں اور جو اللہ کا حکم ہو اس کے مطابق اس مال میں سے اللہ کی مخلوق پر خرچ کروں۔

قارون کے دھنسنے کا عبرتناک واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قارون سے کہا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو‘ اللہ نے ان نعمتوں کو عطا فرمایا‘ اس کا احسان مانو اور زکوٰۃ ادا کرو‘ تو قارون نے کہا کہ یہ مال تو میری اپنی ہوشیاری‘ قابلیت‘ صلاحیت اور مہارت سے حاصل ہوا ہے‘ اللہ تعالیٰ اس پر ٹیکس لگانے والے کیسے ہو گئے؟ پھر اس نے سوچا کہ موسیٰ علیہ السلام تو بڑے جلالی پیغمبر ہیں‘ فرعون نے ان کی بات نہیں مانی تو اسے دریا میں غرق کروا دیا‘ مجھے بھی اس طرح انکار کرنے سے بخشنے والے نہیں‘ اس لئے اس نے پلان بنایا کہ انہیں بے عزت کر دیا جائے اور وہ اس لائق نہ رہیں کہ وہ مجھ سے زکوٰۃ وصول کر سکیں‘ تو اس نے ایک حرام کار عورت کو تیار کیا‘ اس سے کہا کہ اتنی رقم میں تجھے دوں گا‘ میرا ایک کام کر دے‘ وہ تیار ہو گئی‘ قارون نے اسے کہا کہ عید کے دن جب دور قریب‘ ہر جگہ کے لوگ اکٹھے ہو جائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو نصیحت کرنے کے لئے خطبہ دینے لگیں تو ہم لوگ بھی اپنی جماعت کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے‘ اس وقت تجھے اشارہ کریں گے‘ تو ایک دم کھڑی ہو جانا اور یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے‘ اس پر ہم لوگ شور مچائیں گے اس طرح ان کی بے عزتی ہو جائے گی اور وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ عید کا دن آیا‘ ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل جمع ہو گئے‘ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے احکام بیان فرمائے‘ اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی طرف توجہ دلائی‘ وہ بغاوت و گناہ نہ کرنے کی تاکید فرما رہے تھے کہ وہ عورت کھڑی ہو گئی لیکن اللہ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ وہ یہ کہتی کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ زنا کیا‘ اس کے منہ سے یہ نکلا کہ قارون نے مجھے اتنی رقم دینے کا وعدہ کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگاؤں‘ غرضیکہ اس عورت نے قارون کے پورے پلان کی تفصیل بتلا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بہت غصہ آیا اور قارون خود ذلیل و رسوا ہو گیا‘ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی پیغمبر تھے‘ فوراً زمین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”خذی“ (اے زمین! اس قارون کو نگل لے) زمین پھٹ گئی اور قارون زمین میں دھنسنے لگا۔ اس نے رونا چلانا شروع کر دیا‘ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معافی مانگ رہا تھا‘ زکوٰۃ دینے کے وعدے کر رہا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”خذی“ (اے زمین! اسے نگل لے)‘ وہ گلے تک زمین میں دھنس چکا تھا اور چیخ و پکار کر رہا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیسری مرتبہ کہا: ”خذی“ (اے زمین! اسے پوری طرح نگل لے) اتنا کہنے کے بعد قارون ہمیشہ کے لئے زمین کے اندر دھنستا چلا گیا اور تمام بنی اسرائیل نے اپنی آنکھوں سے اس کی ذلت و رسوائی کا یہ منظر دیکھا۔ (مستفاد تفسیر قرطبی ج۱۳ص۳۱۱)

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے چہیتے بندوں کے ساتھ برا سلوک کرنے اور ان کے خلاف سازشیں کرنے والوں کا انجام کیسا خطرناک ہوتا ہے۔ اللہ کی حکم عدولی اور مال و متاع کی محبت نے قارون کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا کر دیا۔

دیگر نعمتیں:

ایسے ہی بادل ہیں‘ پہاڑ ہیں‘ سمندر‘ دریا‘ ندی نالے اور جانور ہیں‘ سب سے خوب فائدہ اٹھاؤ اور جس نے ان سب نعمتوں سے نوازا اس کا شکر ادا کرو‘ اس

کا حکم مانو اسی کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو اللہ نے اس دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے آنکھیں دیں' اندھا نہیں بنایا' ایک دوسرے کی باتیں سننے اور سمجھنے کے لئے کان دیئے' بہرہ نہیں بنایا' بولنے کے لئے زبان دی' گونگا نہیں بنایا' سینکڑوں کاموں کے لئے ہاتھ دیئے' لولا نہیں بنایا' پاؤں دیئے' لنگڑا نہیں بنایا' عقل و سمجھ دی' پاگل و دیوانہ نہیں بنایا غرضیکہ اس نے رگ رگ اور جوڑ جوڑ میں انمول نعمتیں دے کر اس دنیا میں مختصر سے وقت کے لئے بھیجا ہے' اور بتا دیا گیا ہے کہ دنیا اصلی وطن نہیں ہے' کوئی اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہا اور نہ ہمیشہ رہنے میں کوئی آج تک کامیاب ہو سکا۔

لہٰذا جب یہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ یہ دنیا اصل ٹھکانہ نہیں' اصل ٹھکانہ آخرت ہے' وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے تو وہاں آرام و راحت اور چین و سکون حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کئے جائیں' اللہ کے حکموں کو مانا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنایا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی آخرت بنانے کی ترغیب دی اور برے اعمال کرنے سے منع فرمایا' لیکن آج ہماری اکثریت بدکرداریوں اور بداعمالیوں میں زندگی گزار رہی ہے۔

اللہ ہماری عبادت کا محتاج نہیں:

یاد رکھو اللہ کسی کا محتاج نہیں' کسی کی نماز روزہ زکوٰۃ کسی چیز کا محتاج نہیں' اللہ بے نیاز و مستغنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اچھے احکام دے کر اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتا ہے' اللہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ آخرت میں بھی کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہو' اسے وہاں کی راحتیں' آرام' چین' سکون نصیب ہو اور جہنم کے دردناک عذاب سے بچ جائے اور وہاں کی مصیبتیں اور لعنتیں اس پر مسلط نہ ہوں۔

بھائیو! اس دنیا میں آپ کسی کو نوکر رکھیں اور آپ اسے تنخواہ دیں' دونوں وقت کھانا دیں' اور رہنے کے لئے جگہ دیں' اور یہ بات طے ہو جائے کہ تمہیں چھ سات کام کرنے ہوں گے' اب وہ شخص تنخواہ بھی لے' کھانا بھی کھائے اور جب کام کا وقت ہو تو غائب ہو جائے' تو آپ کتنے دن اسے برداشت کریں گے اور مفت میں اسے تنخواہ دیتے رہیں گے؟ اسی مفت خور نوکر کی طرح ہم سب کی زندگی گزر رہی ہے۔ الف سے ی تک جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب اللہ کا دیا ہوا ہے' لیکن ہم ان تمام نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے' اللہ کے حکموں کو نہیں مانتے' اور شیطانی کاموں میں لگے ہوئے ہیں' شیطان جو پڑھا دے' جو سمجھا دے اس کے مطابق ہماری زندگی گزر رہی ہے' حالانکہ اللہ نے بتا دیا ہے کہ یہ شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے' اسی نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا تھا اور آج بھی آدم کی اولاد کو جنت والے راستے سے ہٹا کر دوزخ کی ڈگر پر لے جانا چاہتا ہے' وہ تو چاہتا ہے کہ خوب شراب پیو' افیون کھاؤ' جھوٹ بولو' چوری کرو' ڈاکہ ڈالو' غیبتیں کرو' سینما دیکھو' ٹی وی دیکھو' اسے خوب خریدو اور گھروں میں رکھو' بے پردہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کے ساتھ اختلاط کرو' یتیموں اور بیواؤں کا مال کھاؤ' ان کے کھیت' باغ' جائیداد و مکان ہڑپ کر لو' یہ سارے جہنم کے راستے دکھاتا ہے' اور ہماری اکثریت انہی راستوں پر چلتی ہے' ان راستوں کو اختیار کر کے کیسے جنت میں داخل ہو جائیں گے؟ ان غلط راستوں اور بیہودہ کاموں سے احتراز کرنے کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اتباع سنت:

ہر قول و فعل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے' اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا وہ اللہ کا محبوب اور چہیتا بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و یغفر لکم ذنوبکم والله غفور الرحیم۔" (سورۂ آل عمران:۳۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ آپ اعلان فرما دیجئے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو' اپنے خالق و مالک سے اپنا رشتہ محبوبیت مضبوط کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو' میرے نقش قدم پر چلو' اس کے بعد تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے' اور جب اللہ کے پیارے اور دلارے بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا تو محبت ہو جانے کے بعد تمہاری غلطیوں کو معاف فرما دے گا' اور جنت میں دخول کا راستہ آسان ہو جائے گا' اور جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے درحقیقت وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔" (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰)

لیکن یہ درجہ و مرتبہ اس وقت ملے گا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت و فرمانبرداری کی ہوگی' شیطانی کاموں سے بچے ہوں گے' حرام اور ناجائز کام نہیں کئے ہوں گے' نہ حرام کھایا ہوگا اور نہ حرام کمایا ہوگا۔

اس لئے بھائیو! اللہ کے حکموں کو مانو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپناؤ' سچائی اختیار کرو' آخرت کی فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نوازنا چاہتا ہے' اگر تم کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری سینکڑوں خطاؤں کو معاف کر کے آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار فرما دے گا' اور اگر تم دنیا کے پیچھے پڑو گے اور آخرت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو بھول جاؤ گے تو اللہ کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں' ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے دردناک عذاب تیار کر رکھے ہیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور ہمیں سچا ایمان' اخلاص اور آخرت پر یقین عطا فرمائے' اور دونوں جہان کی بھلائیاں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ "ندائے شاہی" انڈیا)

اسلام کا نظام وراثت عدل وانصاف کا پیمانہ

مولانا برہان الدین سنبھلی

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین "اسلام" اور اس کے قوانین میں انسانی احساسات، طبعی رجحانات اور فطری تقاضوں کی جتنی اور جیسی رعایت کی گئی ہے اس کی نظیر کسی بھی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی نظریاتی قانون میں ملنی ناممکن ہے، یہ خیال دعویٰ یا خوش عقیدگی پر مبنی بے بنیاد خیال نہیں بلکہ دلائل و شواہد سے ثابت شدہ ایک اٹل حقیقت ہے، جس کی صداقت کوئی بھی انصاف پسند جب چاہے شرعی احکام کا غیر جانبدارانہ اور حقیقت پسندانہ مطالعہ کرکے معلوم کرسکتا ہے۔

اسلام کے وسیع اور جامع نظام میں صرف انسان کی محدود وقتی زندگی ہی کے لئے عادلانہ، حکیمانہ قوانین عطا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ اس عارضی حیات کے خاتمہ کے بعد آنے والی زندگی کے لئے بھی احکام و ضوابط دیئے گئے ہیں۔ اس کی ایک اہم مثال ترکہ و میراث کے نہایت وسیع اور جامع اسلامی نظام میں ملتی ہے جو دیگر تمام اسلامی قوانین کی طرح بے حد متوازن اور عادلانہ اصول پر قائم ہے۔

اس نظام (قوانین میراث) کے متوازن اور منصفانہ ہونے کا صحیح اندازہ اس وقت لگایا جاسکتا ہے جب اس کا دوسرے مذاہب اور ممالک کے قوانین وراثت اور زمانہ جاہلیت میں رائج نظام ہائے ترکہ سے موازنہ کیا جائے۔

عرب کے اندر زمانہ جاہلیت میں ترکہ پانے کا اصل سبب یا یوں کہیے کہ استحقاق ترکہ کا بنیادی اصول رجولیت اور قوت تھا اس لئے عورتوں کو مطلقاً اور ضعفاء (بچوں) کو خواہ وہ نرینہ اولاد (لڑکے) ہی کیوں نہ ہوں ترکہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا جیسا کہ بہت سے قابل اعتماد اور مستند علماء نے نقل کیا ہے، مثلاً مشہور مفسر قرآن ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی نے بیان کیا ہے:

"وكانت الوراثة في الجاهلية بالرجولية والقوة" (تفسیر قرطبی: ۵/۴۶، احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۷۰)

جاہلیت کے اس اصول و رواج کا پتہ ان روایات سے بھی چلتا ہے جو عام طور پر آیات میراث کا شان نزول بتانے کے لئے کتب تفسیر میں ذکر کی گئی ہیں، مثلاً تفسیر طبری میں ہے کہ ایک خاتون نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ:

"اے اللہ کے رسول! میرے شوہر کا انتقال ہوگیا اس کے بعد میں اور اس کی بیٹی (وارث) زندہ ہیں لیکن ہمیں ترکہ سے محروم رکھا جارہا ہے اس پر میت کا بھائی بولا کہ اے اللہ کے رسول! یہ عورت (اور اس کی بیٹی) نہ تو گھوڑے پر سوار ہوسکتی ہے نہ بوجھ اٹھا سکتی ہے اور نہ کسی دشمن کو زک پہنچا سکتی ہے۔" (تفسیر طبری ۴/۲۶۲)

حالانکہ عقل عام کا تقاضا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکہ پانے کے سب سے زیادہ مستحق ضعفاء اور عورتیں ہی ہونے چاہئیں، کیونکہ بچے اپنے ضعف اور عورتیں اپنی صنفی نزاکت کی وجہ سے عموماً خود کسب معاش کے اہل نہیں ہوتے، ایسی صورت میں وہ اپنے مورث جو عموماً سرپرست (جوان ضعیف و نازک وجود کے اخراجات کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے) کی وفات کے بعد اس کے ترکہ میں سے کچھ پانے کا استحقاق چھین لئے جانے کے سبب بسا اوقات ضروریات زندگی تک سے محروم ہوجاتے ہیں، اس کے نتیجے میں بھوک اور پیاس سے تڑپ کر ہلاک ہوجانے کے خطرہ سے دوچار ہوجانے کے علاوہ ان کے سامنے اور کوئی راہ نہیں رہ جاتی، چنانچہ قاضی ابوبکر العربی نے ٹھیک ہی کہا ہے:

"ان الورثة الصغار الضعاف كانوا احق بالمال من القوي فعكسوا الحكم وابطلوا الحكمة فضلوا باهوائهم واخطأوا في آرائهم" (احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۶)

جاہلیت میں صرف بڑا لڑکا ہی باپ کے تمام متروکہ مال کا مستحق سمجھا جاتا تھا جیسا کہ شرح حدیث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد) کی وفات کے بعد ان کی تمام املاک پر ابوطالب کا (بڑے لڑکا

ہونے کی وجہ سے) تصرف ہوگیا تھا' جیسا کہ نوویؒ نے حدیث: "هل ترك لنا عقيل منزلاً" کے تحت لکھا ہے۔ (صحیح مسلم مع الشرح ۱/۴۳۶)

کمزور وکم عمر رشتہ قوی وارثوں کے مقابلہ میں مال کے اور زیادہ محتاج و مستحق ہوتے ہیں' لیکن انہوں نے (یعنی مشرکین نے جاہلیت کے زمانہ میں) معاملہ کو بالکل الٹ دیا' اور حکمت کو نظرانداز کردیا' جس کے نتیجہ میں وہ گمراہ ہوئے اور خواہش نفس کا شکار بنے۔ (ابن العربی کی عبارت کا مفہوم)۔

یہودیوں کے یہاں اصلاً خداوندی قوانین (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انہیں دیئے گئے تھے) پر ترکہ کے احکام مبنی ہونے چاہئے تھے لیکن تحریف کے بعد اس کی اب جو شکل ہے اس میں بنیادی طور پر مرد ہونا ہی ترکہ کا استحقاق پیدا کرتا ہے' عورتیں عموماً محروم رہتی ہیں' جیسا کہ ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ مصری نے اپنی گرانقدر تالیف "التركة والميراث فى الاسلام" میں یہودی اصول وراثت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"عام طور پر کنبہ میں بنیادی حیثیت اور سربراہی' مرد کو ہی حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کی شریعت میں عورت کا میراث میں کوئی حق نہیں ہوتا' خواہ عورت مرنے والے کی ماں ہو' بیوی ہو' بہن ہو' یا بیٹی ہو۔"

(التركة والميراث فی الاسلام ص ۴۰)

اس بارے میں ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ شوہر تو اپنی بیوی کا ترکہ پاتا ہے لیکن بیوی اپنے شوہر کے ترکہ سے محروم ہی رہتی ہے۔ مزید یہ کہ بڑا لڑکا' چھوٹے لڑکوں کے مقابلہ میں اپنے باپ کے ترکہ میں دوہرا استحقاق رکھتا ہے۔ (ایضاً ۴۲'۴۱)

"رومن لاء" یا رومی قانون جس کے "مبنی برانصاف" ہونے کی مغربی ممالک میں دھوم مچی ہوئی ہے اور اسی بناء پر مدتوں تک تقریباً سارے مغرب کا وہ سرکاری قانون بھی رہا ہے' اور اس کے کچھ حصے اب تک وہاں رائج ہیں' اور جسے ساری دنیا کا معلم قانون قرار دینے کی صدا اس قوت سے لگائی گئی کہ اس کی گونج مشرق بعید تک اتنی زور سے پہنچی (یا پہنچائی گئی) کہ اچھے اچھے اسے واقعی حقیقت باور کرنے لگے' اسی "مبنی برانصاف" قانون میں شادی شدہ لڑکیاں اپنے باپ کے ترکہ سے محروم قرار دی گئی ہیں' عورتوں کی محرومی اسی پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس "منصفانہ" قانون میں ایک "انصاف" عورتوں کے ساتھ یہ بھی کیا گیا ہے کہ (کنبہ کے سربراہ) مرد کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کنبہ کے افراد کو (جن میں عورتیں بھی شامل ہیں) نہ صرف یہ کہ فروخت کرسکتا ہے بلکہ ان کی موت وحیات کا فیصلہ بھی کرسکتا ہے' اور انہیں ترکہ سے محروم بھی کرسکتا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ کنبہ کے بقیہ افراد کی حیثیت غلاموں بلکہ جانوروں جیسی ہوتی ہے' چنانچہ بیوی اپنے شوہر کے ترکہ سے محروم رکھی جاتی ہے۔ (ایضاً ص ۴۵)

مزید ستم ظریفی یہ کہ لڑکا چاہے ناکح عورت سے پیدا ہوا ہو یا بدکاری کے نتیجہ میں' دونوں شکلوں میں وارث بنتا ہے۔ (ایضاً ص ۵۴)

اصلی ہندو قانون وراثت میں نہ صرف یہ کہ عورتیں ترکہ سے محروم ہوتی ہیں بلکہ بڑے لڑکے کے علاوہ بقیہ سب لڑکے بھی محروم رہتے ہیں جیسا کہ "منوسمرتی" میں ہے کہ ماں باپ کی تمام دولت کو بڑا بیٹا ہی لیوے۔ (منوسمرتی اردو ترجمہ ص ۱۸۱ مطبوعہ تارا چند چھپر تاجر کتب لاہور)

عجیب بات ہے کہ یہی قانون یورپ کے بعض ملکوں میں بھی رائج ہے۔

ان چند غیر اسلامی اصول وقوانین کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد آیئے خالق حقیقی کے عطا کردہ نظام وراثت کی طرف' اس کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد سوچئے کہ حقیقی انصاف وتوازن اسلامی قانون میں ہے یا ان غیر اسلامی قوانین میں؟

اسلامی نظام وراثت کی بنیاد' جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے: نسب اور سبب پر ہے (نسب سے مراد خونی رشتہ ہے' یعنی جو جتنا مورث سے قریبی رشتہ رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ ترکہ پانے میں اولیت کا حقدار ہے' نسب سے مراد شادی کے ذریعہ پیدا ہونے والا رشتہ ہے)۔

چنانچہ اسلامی نظام کے اندر کسی حال میں بھی ماں' بیٹی اور بیوی کو ترکہ سے محروم نہیں کیا گیا ہے' (اس سے دو حالتیں غلامی اور کفر مستثنیٰ ہے' ان دونوں حالتوں میں عورت تو عورت' مرد بھی ترکہ سے محروم ہوجاتا ہے) ان کے علاوہ بہت سی صورتوں میں پوتی' دادی' نانی' بہن' (بہن کی تینوں قسمیں یعنی حقیقی' علاتی' اخیافی) بلکہ بعض صورتوں میں پھوپھی اور نواسی بھی ترکہ پانے کا استحقاق رکھتی ہیں' اور پھر یہ کہ عمر میں کم یا زیادہ ہونے سے ترکہ کی مقدار میں بھی کوئی فرق نہیں کیا جاتا' جس مقدار کا مستحق بڑا لڑکا ہوتا ہے اسی کا چھوٹا لڑکا بھی مستحق ہے' کیونکہ جب سبب میں دونوں برابر ہیں تو قدر کے فرق کو غیر منصفانہ ہی کہا جائے گا بلکہ دیکھا جائے تو چھوٹا چونکہ شفقت کا زیادہ مستحق ہوتا ہے' اس لئے اگر تفاوت روا رکھا گیا ہوتا تو چھوٹے کا ترکہ بہ نسبت بڑے کے زیادہ ہوتا۔

اسلامی وراثت پر بعض نادان (یا معاندین) ایک سطحی اعتراض یہ کرتے ہیں کہ: "اسلامی قانون وراثت میں عورتوں کو مردوں سے آدھا ترکہ ملتا ہے' اور یہ بات مرد وعورت کی مساوات کے خلاف ہے۔"

اس اعتراض کا اصل سبب اسلامی قوانین کے تمام پہلوؤں کا معترضین کے سامنے نہ ہونا ہے' ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ عورت کو ترکہ کی جو مقدار بھی مل رہی ہے وہ شاید بھی کسی اتفاقی اور ہنگامی ضرورت میں کام آتی ہو تو ہو ورنہ اکثر رکھی ہی رہ جاتی ہے اور "بینک بیلنس" بڑھانے کا سبب بنتی ہے' اس لئے یہ سمجھنا بے جا نہ ہوگا کہ شریعت نے ترکہ میں عورت کا حصہ مقرر کر کے دراصل اس کی دل جوئی اور قدر افزائی فرمائی ہے' اور معاشرہ میں اس کا مقام بلند کیا ہے' ورنہ شرعی قوانین پر مکمل طور سے عمل کئے جانے کی صورت میں عورت کے سامنے کوئی بھی مرحلہ (بعض استثنائی اور مجبوری کی حالتوں کو چھوڑ کر) ایسا نہیں آتا جس میں اسے کسی کے نفقہ کا (حتی کہ خود اپنے نفقہ کا بھی) شرعاً بار اٹھانا پڑتا ہو' اور پھر یہ امر مستزاد ہے کہ عورت نکاح کرتی ہے تو شوہر سے مہر لینے کی بھی حقدار بنتی ہے۔ اس کے برخلاف مرد کی حالت یہ ہے کہ سن بلوغ اور کسب معاش کی قدرت آنے کے ساتھ ہی نہ صرف یہ کہ اپنی بلکہ دوسروں (مثلاً بیوی' اور بعض صورتوں میں والدین نیز دیگر اقارب) کی ضرورتوں کا پورا کرنا بھی اس کے ذمہ ہو جاتا ہے' اور شادی کر لینے کے بعد نہ صرف یہ کہ بیوی کے تمام اخراجات ہی اس کے ذمہ عائد ہو جاتے ہیں بلکہ مہر (جو اکثر بڑی رقم ہوتی ہے) کی ادائیگی بھی اس پر لازم ہو جاتی ہے۔ شرعی قانون کے ان تمام گوشوں پر نظر ڈالنے کے بعد عورت کا ترکہ میں مرد سے آدھا حصہ ہونے پر کوئی بھی انصاف پسند اعتراض نہیں کر سکے گا۔

یہاں یہ بتانا بھی بے محل نہ ہوگا کہ میراث کا قانون اور اس کے مطابق مستحق ورثاء پر ترکہ تقسیم کرنے کا حکم رضاکارانہ نہیں بلکہ وجوبی اور لازمی ہے' جس پر عمل کرنا شریعت کے دیگر لازمی قوانین کی طرح واجب اور ضروری ہے' اس کی خلاف ورزی آخرت میں سخت سزا کی موجب ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی نقصان رساں ہوتی ہے' آج کل مسلمانوں کے اندر لڑکیوں کو غیر معمولی جہیز دینے کی جو رسم مصیبت بلکہ عذاب بن کر نازل ہو رہی ہے بعید نہیں کہ وہ بھی ترکہ کی صحیح شرعی تقسیم نہ کرنے یعنی لڑکیوں اور بہنوں کو اس سے محروم کرنے کا ایک نتیجہ ہو' اس کے علاوہ یہ ناانصافی خیر و برکت سے محرومی اور اکثر نزاع و جدال کا سبب بنتی ہے' کسی مستحق کو ترکہ سے محروم رکھنا شرعاً ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال ناحق غصب کر لینا یا چھین لینا' چنانچہ قرآن مجید میں احکام میراث بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ لازمی حکم ہے' اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" (سورۂ نساء:۱۱)

کس قدر تعجب بلکہ صدمہ کی بات ہے؟ کہ ان قوانین کو شریعت خداوندی ماننے کا دعویٰ کرنے والے بہت سے افراد بھی ان کی اس طرح خلاف ورزی کرتے ہیں گویا انہیں پامال کرتے ہیں' حتیٰ کہ نسلیں پر نسلیں اس جرم میں مبتلا رہتے ہوئے گزر جاتی ہیں' مگر ذرہ برابر بھی خدا کا خوف اور آخرت کی باز پرس کے خطرہ کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ مزید حیرت اس پر ہے کہ مجموعی طور پر دیندار اور پابند شرع کہلانے والے بعض لوگ بھی بلاتکلف اس قانون شرعی کے خلاف عمل پیرا ہو جاتے ہیں' اور ان میں بہت سے لوگوں کو شاید اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ ترکہ کے مستحق افراد کو (مثلاً بہنوں کا حصہ نہ دے کر ظلم کیا جا رہا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں ترکہ کے احکام بیان فرمانے کے بعد متصلاً یہ بھی فرمایا ہے:

"یہ (احکام میراث بھی) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود ہیں' اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور اس کی مقرر کردہ حدود پامال کرے گا اسے اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اور اس کے لئے نہایت (تکلیف دہ اور) اہانت والا عذاب ہے۔"

(سورۂ نساء:۱۴)

ان آیات پر ایمان حقیقی جسے نصیب ہو وہ یقیناً اس میں ذکر کردہ احکامات کی خلاف ورزی کے تصور ہی سے کانپے گا اور کسی مستحق میراث کا حق دبانے کی جرأت نہ کر سکے گا' اور خدانخواستہ اگر کوتاہی ہو چکی ہو تو اس کی تلافی کرے گا' جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے والد کے ترکہ کی تقسیم میں کوتاہی ہو جانے کے شبہ پر (اپنے والد صاحب کے تمام ورثاء کی تحقیق کروا کر انہیں ان کا حصہ ادا) کیا۔ یہ بڑا سبق آموز واقعہ ہے' جس کی تفصیل "اشرف السوانح" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو عظیم مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے محدث بھی ہیں' نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں' ان میں ایک یہ ہے جسے ترمذی وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

"اگر کسی مرد یا عورت نے ساٹھ سال تک بھی مسلسل خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارے ہوں لیکن مرتے وقت (خلاف اصول شرع) کسی کو کچھ دینے کی وصیت کر دی تو (اس کی ساری اطاعت و عبادت اکارت ہو جائے گی اور) اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔" (رواہ ترمذی وابن ماجہ' بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۶۱)

مقام غور بلکہ جائے خوف ہے کہ ساٹھ' ستر (ایک روایت میں ستر سال کا بھی ذکر ہے) سال

مسلسل عبادت واطاعت کرنے والا بھی اگر ترکہ اور وصیت کے قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کے لئے ایسی شدید وعید ہے پھر جب پوری زندگی (یا اس کا بیشتر حصہ) قوانین شریعت توڑنے میں گزر گئی ہو' جیسا کہ اکثر مسلمانوں کا آج کل حال ہو گیا ہے' تو اس شرعی قانون کی خلاف ورزی پر کتنی سخت سزا ملے گی؟ اس کا اندازہ مشکل نہیں۔

ہمارے معاشرے میں خاصی مدت سے میراث کے قوانین کی جس بڑے پیمانے پر خلاف ورزی ہورہی ہے' اس کی وجہ سے خواص (مصلحین و علماء) پر خاص طور سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے خلاف ہر ممکن قدم اٹھائیں' ورنہ خطرہ ہے کہ عمومی قانون شکنی کی بنیاد پر اگر عذاب خداوندی آئے تو یہ ساکتین (خاموش رہنے والے) بھی لپیٹ میں نہ آجائیں۔

قانون میراث کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید' جس میں بالعموم تفصیلی احکام کے بجائے اجمالی احکام اور اصول و قواعد بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے' اس میں بھی ترکہ کے تفصیلی احکام دیئے گئے ہیں' یعنی اکثر ورثا کے حصے بتادیئے گئے ہیں' اور صرف اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ درمیان میں ایک سے زائد بار وعدہ وعید کا انداز بھی اختیار کیا گیا ہے' اور جن ورثا کے جو حصے مقرر کئے گئے ہیں' ان کے حکیمانہ اور منصفانہ ہونے کا بھی ذکر ہے: "آباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما" وغیرہ میں یہی بات کہی گئی ہے' علاوہ ازیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم الفرائض (کہ جس سے میراث کے تفصیلی احکام معلوم ہوتے ہیں) کو "نصف العلم" کہا گیا ہے اور اس کے سیکھنے سکھانے کی تاکید کی گئی ہے الفاظ حدیث یہ ہیں:

"علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ' کیونکہ یہ نصف علم ہے۔"

اسے "نصف علم" کہنے کی ایک وجہ ابن کثیرؒ نے یہ بتائی ہے کہ: سب لوگوں کو اس سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس علم کی اہمیت کا ہی یہ اثر ہے کہ ہر دور کے ممتاز علماء نے اس کی طرف توجہ دی اور اس موضوع پر اتنی تعداد میں کتابیں لکھیں کہ ان سب کی اصل تعداد اللہ عالم الغیب کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا' چنانچہ اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھنے کا ذکر دوسری صدی ہجری سے ہی ملنے لگتا ہے' صاحب "کشف الظنون" کی تصریح کے مطابق ابوبکر ایوب السختیانی البصری التابعی نے "فرائض ایوب البصری" کے نام سے کتاب لکھی اور امام ابوحنیفہؒ نیز ان کے معاصرین میں ابن ابی لیلیٰ وابن شبرمہ نے بھی فرائض پر کتابیں لکھیں' اس کے بعد اس فن پر سب سے زیادہ مبسوط کتاب محمد بن النصر مروزی کی وجود میں آئی' اس کے بارے میں ابن السبکی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ: "ھو کتاب جلیل القدر لا مزید علی حسنہ۔" (کشف الظنون)

اس کے علاوہ بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں' جن میں یوسف بن عبداللہ القرطبی کی "فرائض ابن عبدالبر" "مبشر بن احمد بن علی بن احمد الحاسب الشافعی کی "فرائض ابی الرشید" ابوالرجاء مختار ابن محمود الحنفی' کی "فرائض الزاہدی" مشہور کتابیں ہیں' لیکن ان سب میں سراج الدین محمد بن محمود بن عبدالرشید السجاوندی الحنفی کی کتاب "الفرائض السراجیہ" (معروف بہ سراجی) کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی (اور جس میں اب تک کی نظیر نہیں آئی) وہ کسی اور کتاب کا حصہ نہ بن سکی' اس کی شہرت و مقبولیت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے شروح و حواشی اتنی کثرت سے لکھے گئے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ حاجی خلیفہ کے الفاظ میں:

"واشتغل بشرحھا جم غفیر من العلماء۔"

ترجمہ: "علماً کی کثیر تعداد اس کی شرح میں مشغول رہی۔"

اس کے بعد موصوف نے سراجی کی بیس سے زیادہ مستقل شرحوں کا تذکرہ کیا ہے' اور پھر حواشی کا جو ان کے علاوہ ہیں' جن کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے' اور آج بھی بحمد للہ اس موضوع پر چھوٹی بڑی کتابیں برابر لکھی جارہی ہیں۔

آخر میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان سطور کا مقصد ترکہ کی تقسیم کے متعلق اسلامی احکام کی اہمیت کی طرف عام مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانا ہے تاکہ ہر گھر میں اس کی فکر ہو' اور ہر گھر میں غیر اسلامی رسم و رواج کو مٹانے اور اپنے معاشرہ کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے کی جو مہم شروع کرنے کی دعوت دی جارہی ہے' اس میں ترکہ کی تقسیم کے سلسلہ میں جاہلانہ رواج کو مٹانے کی کوشش کا بھی کما حقہ حصہ ہو' ساتھ ہی ساتھ اس مضمون میں حضرات علمائے کرام و مصلحین اور اچھائیاں پھیلانے اور برائیاں مٹانے کے عظیم فریضہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ زندگی کے اس اہم شعبہ کو بھی اپنی اصلاحی محنتوں کا مرکز و محور بنائیں۔

(واللہ الموفق وھو الھادی الی السبیل)

☆☆......☆☆

آخری قسط

پیغام محمدیؐ کے احسانات

علامہ سید سلیمان ندویؒ

"ہر نفس میں خدا نے اس کی گناہگاری اور نیکوکاری الہام کردی ہے' تو جس نے اس (نفس) کو پاک کیا اس نے نجات پائی' اور جس نے اس کو مٹی میں ملایا وہ ناکام ہوا۔" (سورۂ شمس)

۴:...... خدا کی عبادت ہر مذہب میں تھی اور ہے لیکن قدیم مذاہب میں ایک عام غلط فہمی پھیل گئی تھی کہ عبادت کا مقصد جسم کو تکلیف دینا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ جس قدر اس ظاہری جسم کو تکلیف دی جائے گی' اسی قدر روحانی ترقی ہوگی اور دل کی اندرونی صفائی اور پاکی بڑھے گی' اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں عام طور سے جوگ اور عیسائیوں میں رہبانیت پیدا ہوئی اور بڑی بڑی مشکل ریاضتوں کا وجود ہوا' اور ان کو روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھا گیا۔ کوئی عمر بھر نہانے سے پرہیز کرتا تھا' کوئی عمر بھر ٹاٹ یا کمبل اوڑھے رہتا تھا' کوئی ہر موسم میں یہاں تک کہ شدید جاڑوں میں بھی ننگا رہتا تھا' کوئی عمر بھر کھڑا رہتا تھا' کوئی عمر بھر کے لئے غار میں بیٹھ جاتا تھا' کوئی ساری عمر دھوپ میں کھڑا رہتا تھا' کوئی عمر بھر کے لئے کسی چٹان پر بیٹھ جاتا تھا' کوئی عہد کرلیتا تھا کہ پوری زندگی صرف درختوں کی پتیاں کھا کر گزارے گا' کوئی عمر بھر تجرد میں گزار دیتا تھا' اور قطع نسل کو عبادت سمجھتا تھا' کوئی ایک ہاتھ اٹھا میں کھڑا رکھ کر سکھا ڈالتا تھا' کوئی حبس دم یعنی سانس روکنے کو عبادت جانتا تھا' کوئی درخت میں الٹا لٹک جاتا تھا۔ یہ تھا اسلام سے پہلے خدا پرستی کا اعلیٰ درجہ اور روحانیت کی سب سے ترقی یافتہ شکل' پیغام محمدیؐ نے آ کر انسانوں کو ان مصیبتوں سے نجات دلائی اور بتایا کہ یہ روحانیت نہیں بلکہ جسمانی تماشے ہیں' ہمارے خدا کو جسم کی شکل نہیں' بلکہ دل کا رنگ مرغوب ہے' طاقت سے زیادہ تکلیف اس کی شریعت میں نہیں۔

"خدا تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا۔" (سورۂ بقرہ)

اسلام نے اس رہبانیت کو بدعت قرار دیا اور کہا:

"اور رہبانیت جس کو انہوں (عیسائیوں) نے دین میں داخل کردیا' ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا۔" (سورۂ حدید)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ:

"اسلام میں رہبانیت نہیں۔" (ابوداؤد)

جن لوگوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی جائز لذتوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا ان سے قرآن نے یہ سوال کیا:

"کہو؟ کس نے اللہ کی آرائش جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا' حرام کی؟" (سورۂ اعراف)

یہاں تک کہ خود پیغمبر علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے اوپر شہد حرام کرلیا' تو تنبیہ ہوئی:

"اے پیغمبر! خدا نے جس کو تیرے لئے حلال کیا ہے اس کو حرام کیوں کرتا ہے؟" (سورۂ تحریم)

پیغام محمدیؐ نے سب سے پہلی مرتبہ دنیا کو بتایا کہ عبادت کا مقصود فقط ایک ہے اور وہ یہ کہ بندہ خدا کے آگے اپنی بندگی کا اقرار کرے۔

"جو میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل ہوں گے۔" (سورۂ مومن)

یعنی عبادت یہی ہے کہ بندہ میں سرکشی نہ ہو' یہی چیز عبادت کے مختلف ارکان کو بجا لا کر انسان ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا کا سرکش نہیں' بلکہ اس کا اطاعت گزار اور فرمانبردار ہے۔

اسلام میں عبادت کی غایت اور نتیجہ فقط حصول تقویٰ ہے' فرمایا:

"اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو' جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم کو تقویٰ حاصل ہو۔" (سورۂ بقرہ)

نماز سے فائدہ یہ ہے:

"یقیناً نماز کھلی بدکاریوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔" (سورۂ بقرہ)

روزوں سے یہ مقصود ہے:

''اے مسلمانو! تم پر اس طرح روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تا کہ تم کو تقویٰ حاصل ہو۔'' (سورۂ بقرہ)

حج سے مطلب یہ ہے:

''تا کہ اپنے نفع کی جگہوں پر لوگ پہنچیں اور تا کہ چند معلوم دنوں میں جو جانوروں کی روزی اللہ نے ان کو دی ہے اس پر اللہ کو یاد کریں۔'' (سورۂ حج)

زکوٰۃ سے مقصود اپنے دل کی صفائی اور غریبوں کی مدد ہے:

''جو دیتا ہے اپنا مال دل کی صفائی کرنے کو اور نہ اس لئے کہ کسی کا کوئی احسان اس کے ذمہ ہے جس کا بدلہ چکانا ہے صرف خدائے برتر کی طلب رضا مقصود ہے۔'' (سورۂ لیل)

نکاح کرنا اور نسل کو ترقی دینا اسلام کے پیغمبر کی سنت ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ:

''نکاح میرا طریقہ ہے اور جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

قرآن مجید نے اولاد و ازواج کو آنکھوں کی ٹھنڈک بتایا اور مسلمانوں کو اس خواہش کا متمنی قرار دیا:

''اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خداوندا! ہم کو ہماری بیبیوں اور بچوں کے ذریعہ سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔''

(سورۂ فرقان)

منجملہ دوسری عبادتوں کے ایک عبادت قربانی بھی تھی۔ لوگ اپنے آپ کو دیوتاؤں پر قربان کر دیتے' اپنی اولاد کو اپنی ملک سمجھتے اور ان کو بھینٹ چڑھا دیتے تھے' دیوتاؤں کو خون کے چھینٹے دیئے جاتے تھے' جو جانور قربان کئے جاتے تھے ان کا گوشت جلایا جاتا تھا کہ اس کا دھواں ان کے خیال میں دیوتاؤں کو پسند تھا۔ یہودی اسی لئے قربانی کے گوشت کو جلاتے تھے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر بتایا کہ قربانی سے کیا مقصود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نے انسانوں کی قربانی قطعاً موقوف کر دی' جانوروں کی قربانی جائز رکھی' مگر نہ تو ان کے خون کے چھینٹے دینے کا حکم دیا اور نہ گوشت کے جلانے کا' قرآن کریم نے قربانی کی مصلحت یہ بتائی ہے:

''اور حج کی قربانیوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے نام کی نشانی بنایا' تمہارے لئے ان قربانیوں میں بھلائی ہے' تو ان پر اللہ کا نام پڑھو قطار باندھ کر اور جب وہ ذبح ہو چکیں تو ان میں سے کچھ تم خود کھاؤ اور باقی صابر اور بے قرار غریبوں کو کھلاؤ' اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے بس میں دے دیئے ہیں تا کہ تم ہمارا شکر ادا کرو اللہ کو ہرگز ان قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا' لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے' اسی طرح ان کو تمہارے بس میں دے دیا تا کہ اس بات پر کہ خدا نے تم کو راہ سوجھائی' اس کی بڑائی کرو اور نیکی والوں کو (اے پیغمبر) بشارت سنا دے۔''

(سورۂ حج)

اسی قربانی کے غلط عقیدہ نے یہ مسئلہ پیدا کر دیا تھا کہ ہر انسان کو اپنی جان پر آپ قابو ہے اور وہ اس کی ملکیت ہے' اسی طرح اس کی اولاد کی جان بھی اس کی ملکیت ہے' بیوی کی جان اس کے شوہر کی ملکیت ہے' اس ایک غلط اصول نے خودکشی' دخترکشی' اولاد کو بھینٹ چڑھا دینا یا ان کو مار ڈالنا اور شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کا ستی ہو جانا جیسی سینکڑوں انسانیت کش رسوم پیدا کر دی تھیں۔ پیغام محمدیؐ نے ان سب کی بیخ کنی کر دی۔ اس نے اپنا اصول یہ مقرر کیا کہ تمام جانیں صرف خدا کی ملکیت ہیں اور ان کا قتل صرف خدا کے حق کی بنا پر ہو سکتا ہے' اسی لئے غیر خدا کے نام پر جو جانور ذبح کیا جائے اس کا کھانا ناجائز ہے۔ خودکشی کرنے والوں پر اپنی جنت بھی اس نے حرام کر دی۔ اسلام کے سوا تمام دنیا میں اور اس وقت بھی یورپ اور امریکہ جیسے مہذب ملکوں میں مشکلات سے بچنے کی بہترین تدبیر خودکشی سمجھی جاتی ہے' قانون اس کو روکنا چاہتا ہے اور نہیں روک سکتا' کیونکہ ہر شخص اپنی جان کو اپنی ملکیت سمجھ رہا ہے اور اس کو دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارے کا ذریعہ یقین کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس موت کے بعد یا تو کوئی زندگی نہیں اور اگر ہے بھی تو خدا ہم سے ہمارے اس فعل پر کچھ باز پرس نہ کرے گا' مگر اسلام نے بتایا کہ ہر جان ہماری نہیں بلکہ خدا کی ملکیت ہے اور اس لئے خودکشی کے ذریعہ سے مصیبتوں سے چھٹکارے کا خیال غلط ہے کیونکہ اس طرح سے اپنی جان دینے پر دوسری دنیا میں ان مصیبتوں سے بھی زیادہ پُر مصیبت زندگی شروع ہو جائے گی:

''اور نہ مارو جان جو منع کی ہے اللہ نے مگر حق پر' اور اپنے آپ کو نہ مارو بیشک خدا تم پر مہربان ہے (اور اس لئے مہربانی کے سبب سے تم کو یہ حکم دیتا ہے) اور جو خدا کے حکم سے آگے بڑھ کر اور اپنے آپ پر ظلم کر کے ایسا کرے گا تو ہم اس کو دوزخ کی

آگ میں بٹھائیں گے۔ (سورۂ نساء)

دختر کشی عرب میں جاری تھی' ہندوستان کے راجپوتوں میں بھی جاری تھی' دنیا کے اور ملکوں میں بھی جاری تھی' عرب میں تو یہ سنگدلی تھی کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' پیغام محمدیؐ کے ایک فقرہ نے اس رسم باطل کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا:

"اور جس دن زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟" (سورۂ تکویر)

اپنی اولاد کو قتل کرنا عرب میں جرم نہ تھا' آج بھی اس تہذیب کے عالم میں کثرت سے بچے اس لئے قتل کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کی پرورش کا پاس سامان نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ملک کی پیداوار کم ہے' اس لئے مردم شماری کو بڑھنے سے روکنا چاہئے۔ عرب میں اور دوسری قوموں کے قانون میں بچہ کے پیٹ سے گرا دینے یا ایسے بچہ کے قتل پر کوئی پرسش نہ تھی۔ یونان میں نومولود بچیوں کا معائنہ کیا جاتا تھا اور ان میں سے کمزور بچوں کے جینے کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا اس کو پہاڑ سے نیچے گرا کر مار ڈالتے تھے' اور آج بھی ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے نام سے یہی کچھ کیا جا رہا ہے۔

اسلام نے یہ اصول بتایا کہ روزی کوئی کسی کو نہیں دیتا:

"کوئی چلنے والا نہیں' لیکن اس کی روزی خدا پر ہے۔" (سورۂ ہود)

اس لئے اسلام نے کہا:

"اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو' ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو' بے شک ان کا مارنا بڑی غلطی ہے۔"

دنیا کی عظیم الشان غلطیوں میں سے جواب بھی دنیا کے اس حصہ میں قائم ہیں جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قبول نہیں کیا گیا' ایک یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے بندوں کے درمیان حسب و نسب' مال و دولت' رنگ و روپ اور صورت و شکل کی دیواریں قائم کر دی ہیں۔ ہندوؤں نے ابتدا سے آج تک اپنے سوا سب کو ملیچھ اور ناپاک قرار دیا' اور خود اپنے آپ کو چار ذاتوں میں تقسیم کر کے ان میں عزت اور حقوق کی ترتیب قائم کی' شودروں کو مذہب کا بھی حق نہ تھا۔ قدیم ایران میں بھی یہ چار ذاتیں اسی طرح قائم تھیں رومنس نے اپنے کو آقائی اور اپنے سوا سب قوموں کو غلامی کے لئے مخصوص کر لیا۔ بنی اسرائیل نے صرف اپنے آپ کو خدا کی اولاد قرار دیا اور سب کو جینٹل (جنٹائل) قرار دیا اور خود اپنی قوم کے اندر بھی مختلف بیرونی مدارج قائم کر دیئے' خود یورپ کا اس تہذیب اور انسانی محبت و مساوات کے دعویٰ کے باوجود کیا حال ہے؟

سپید آدمی تہذیب و تمدن کا ٹھیکہ دار اور اس بار گراں کا امین قرار دیا گیا ہے' کالی قومیں اس کی برابری کے لائق نہیں ہیں۔ ایشیائی قومیں ان کے ساتھ سفر میں بھی ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتیں' بعض ملکوں میں ان کے محلوں (کوارٹرز) میں رہ بھی نہیں سکتیں اور ان کے حقوق کی برابری نہیں کر سکتیں' نئی دنیا کے انسانیت پرستوں کی نگاہ میں وہاں کے حبشی باشندوں کو جینے کا بھی حق نہیں ہے اور جنوبی و مشرقی افریقہ میں تو حبشیوں بلکہ ہندوستانیوں بلکہ ایشیائیوں کو بھی انسانی حقوق میں برابری نہیں مل سکتی۔ دنیاوی حقوق سے گزر کر یہ تفرقے خدا کے گھروں میں بھی قائم ہیں' کالوں کے گرجے الگ ہیں اور گوروں کے الگ' خدا تعالیٰ کے یہ دونوں کالے اور گورے بندے ایک ساتھ خدا کے آگے نہیں جھک سکتے۔

پیغام محمدیؐ نے ان تمام تفرقوں کو مٹا دیا' اس کے نزدیک حسب و نسب' مال و دولت اور شکل و صورت ان میں سے کوئی چیز امتیاز نہیں پیدا کر سکتی۔ وہ قریش جن کو اپنے حسب و نسب پر غرور و ناز تھا' فتح مکہ کے دن کعبہ کے حرم میں کھڑے ہو کر ان کو آپؐ نے یہ بتایا:

"اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا' تمام انسان آدمؑ کی نسل سے ہیں' اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔" (ابن ہشام)

حجۃ الوداع کے موقع پر مجمع میں پھر اعلان کیا:

"عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے' تم سب کے سب آدمؑ کے بیٹے ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔" (مسند احمد)

پھر بتایا کہ اصل فرق عمل کا ہے:

"خدا نے جاہلیت کے زمانے کے غرور اور نسب کے فخر کو مٹا دیا' انسان اب یا متقی ایماندار ہے اور یا گناہگار بدبخت ہے' تمام انسان آدمؑ کے بیٹے ہیں' اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔" (ترمذی)

وحی محمدیؐ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے بتایا:

"اے انسانو! تم سب کو خدا نے ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے' اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنا دیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو' خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔" (سورۂ حجرات)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"نہ تمہاری دولت اور نہ تمہاری
اولاد وہ چیز ہے جو تمہارا درجہ ہمارے پاس
نزدیک کردے' لیکن جو کوئی ایمان لایا اور
اس نے اچھا کام کیا ان کو اپنے کام میں دگنا
بدلہ ملے گا۔" (سورۂ سبا)

تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی کا رتبہ دیا اور یہ پیغام ملا کہ:

"تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات)

اس برابری اور برادری نے کالے' گورے' عجمی' عربی' ترکی' تاتاری' زنگی اور فرنگی کا فرق اٹھا دیا' اور خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا احسان جتایا کہ:

"خدا تعالیٰ کے فضل سے تم سب
کے سب اب بھائی بھائی ہو گئے۔"
(سورۂ آل عمران)

خدا کے گھر میں کوئی فرق نہیں' حسب ونسب کا کوئی فرق نہیں' پیشہ اور منصب کا کوئی فرق نہیں' غربت اور امارت کا کوئی فرق نہیں' خدا تعالیٰ کے آگے سب برابر ہیں' یہاں نہ کوئی برہمن ہے نہ شودر۔ قرآن کریم سب کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا' نماز سب کے پیچھے پڑھی جائے گی' رشتہ ناتا ہر ایک کا ہو سکتا ہے' علم ہر ایک کا حق ہے اور حقوق سب کے یکساں ہیں' یہاں تک کہ خون بھی سب کا برابر ہے: "جان کے بدلے جان"۔

"تیرے دربار میں آئے تو سبھی ایک ہوئے"

میرا دل چاہتا تھا کہ پیغام محمدیؐ کے احسانات کو ایک ایک کر کے گناؤں مگر افسوس کہ بقدر حوصلہ فرصت نہیں اور اس بحر ناپیدا کنار کی تھاہ بھی نہیں۔ عورتوں کو جو حقوق پیغام محمدیؐ نے دیئے ہیں اور غلاموں کو جس حد تک اس نے عزت دی ہے جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی تمہارے سامنے پھیلاؤں اور دکھاؤں کہ یورپ بایں ہمہ دعوائے بلندی ہنوز اسلام کے اوج خیال سے نیچے ہے' مگر افسوس کہ وقت نہیں۔ دنیا میں جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی وہ دین اور دنیا کا فرق ہے' دین کا کام الگ کیا گیا اور دنیا کا کام الگ' خدا کا حکم الگ ٹھہرایا گیا اور قیصر کا حکم الگ' دنیا کے حصول کا الگ راستہ بتایا گیا اور دین کے حصول کا الگ۔ یہ سب سے بڑی غلطی تھی جو دنیا میں پھیلی تھی۔ اس غلطی کا پردہ پیغام محمدیؐ کی نور افگن شعاعوں نے چاک کر دیا' اس نے بتایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اسی دنیا کے کاموں کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہے یعنی خدا کے اصول کے مطابق دنیاداری ہی دینداری ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر وفکر' گوشہ نشینی وعزلت گیری کسی غار اور پہاڑ کے کھوہ میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرنا دینداری ہے اور دوست واحباب' آل واولاد' ماں باپ' قوم وملک اور خود اپنی مدد آپ' فکر معاش اور پرورش اولاد دنیاداری ہے' اسلام نے اس غلطی کو مٹایا اور بتایا کہ خدا کے حکم کے مطابق ان حقوق اور فرائض کو بخوبی ادا کرنا بھی دینداری ہے۔

اسلام میں نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے: (۱) ایمان' اور (۲) عمل صالح۔ ایمان چند چیزوں پر اعتقاد رکھنے کا نام ہے: خدا پر' نیکی کی راہ بتانے والے پیغمبر پر' ان کتابوں پر جن میں خدا کے یہ پیغام ہیں' اس پیغام الٰہی کے مطابق عمل کرنے والوں یا عمل نہ کرنے والوں کی جزا وسزا پر' آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے' انہی باتوں پر یقین رکھنا "ایمان" ہے۔ اسی ایمان پر عمل کی بنیاد قائم ہے' کیونکہ اس ایمان ویقین کے بغیر نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کوئی عمل نہیں ہو سکتا' دوسری چیز عمل ہے یعنی یہ کہ ہمارے کام صالح اور نیک ہوں۔ عمل کے تین حصے ہیں: ایک "عبادات" یعنی وہ عمل جن کے ذریعہ خدا کی بڑائی اور بندگی کا اظہار ہوتا ہے' دوم "معاملات" یعنی انسانوں کے آپس کے لین دین' کاروبار اور نظام ملت کے قوانین اور قاعدے جن کی وجہ سے انسانی معاشرت بربادی اور ہلاکت سے بچی رہتی ہے اور ظلم مٹ کر عدل قائم ہوتا ہے اور سوم "اخلاق" یعنی وہ حقوق جو باہم ایک دوسرے پر گو قانونی حیثیت سے فرض نہیں ہیں' مگر روح کی تکمیل اور معاشرت کی ترقی کے لئے ضروری ہیں' یہی چار چیزیں یعنی (۱) ایمان' (۲) عبادات' (۳) معاملات اور (۴) اخلاق کی سچائی اور درستی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں۔

مجھے صفائی کے ساتھ یہ کہنے دیں کہ خاموشی' سکون' خلوت نشینی اور متفردانہ زندگی اسلام نہیں ہے' اسلام جدوجہد' سعی وعمل اور سرگرمی ہے' وہ موت نہیں حیات ہے' اس کا فرمان یہ ہے:

"انسان کے لئے وہی ہے جو وہ
کوشش کرے۔" (سورۂ نجم)

"ہر جان اپنے کام کے ہاتھوں گرو
ہے۔" (سورۂ مدثر)

اسلام سرتاپا جہاد اور مجاہدہ ہے لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں بلکہ میدان میں نکل کر' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کے سامنے ہے' خلفائے راشدینؓ کی زندگی آپ کے سامنے ہے' عام صحابہؓ کی زندگیاں آپ کے سامنے ہیں' وہی آپ کے لئے نمونہ ہیں اور اسی میں آپ کی نجات ہے اور وہی آپ کا ذریعہ فلاح ہے اور وہی ترقی سعادت کی راہ ہے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بدھ کے پیغام کی طرح ترک خواہش نہیں ہے بلکہ تصحیح خواہش ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت مسیح کے پیغام کی طرح دولت اور قوت کی تحقیر اور ممانعت نہیں ہے بلکہ ان کے حصول اور صرف کے طریقوں کی درستی اور ان کے صحیح

استعمال اور مصرف کی تعیین ہے۔

''ایمان'' اور اس کے مطابق ''عمل صالح'' یہی اسلام ہے' اسلام عمل ہے ترک عمل نہیں' ادائے واجبات ہے عدم ادائیگی واجبات نہیں' اس عمل اور ان واجبات اور فرائض کی تشریح آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یاران باصفا کی زندگیوں اور سیرتوں میں ملے گی جن کا نقشہ یہ ہے:

''محمد خدا کے رسول ہیں' اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بھاری' آپس میں رحمدل ہیں' ان کو دیکھو گے کہ وہ رکوع اور سجدہ میں ہیں' وہ خدا کی مہربانی اور خوشنودی کو ڈھونڈ رہے ہیں۔'' (سورۂ فتح)

کافران حق کے ساتھ' جہاد بھی قائم ہے' آپس میں برادرانہ الفت کے جذبات بھی ہیں' خدا کے سامنے رکوع میں جھکے اور سجدہ میں گرے بھی ہیں اور پھر دنیا میں خدا کی مہربانی اور رضا کے طالب بھی ہیں: ''خدا کی مہربانی'' (فضل) قرآن پاک کی اصطلاح میں روزی اور معاش کو کہتے ہیں۔ اس روزی اور معاش میں بھی دین کی طلب جاری ہے:

''یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔'' (سورۂ نور)

تجارت' خرید و فروخت اور کاروبار بھی جاری ہے اور خدا کی یاد بھی قائم ہے' وہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو نہیں ڈھونڈتے' بلکہ دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہے' صحابہ کرام فوج کے سپاہی ہیں' رومی سپہ سالار ان مسلمان سپاہیوں کی حالت دیکھنے کے لئے اسلامی کیمپ میں چند جاسوس بھیجتا ہے۔ وہ یہاں آکر اور مسلمانوں کو دیکھ کر واپس جاتے ہیں تو سرتا پا اثر میں ڈوبے ہوتے ہیں' وہ جا کر رومی سپہ سالار کو بتاتے ہیں کہ مسلمان کیسے سپاہی ہیں: ''وہ راتوں کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار۔'' یہی اسلام کی اصلی زندگی ہے۔ ☆☆

بقیہ دعا

تلاش کرو' اور خدا کو بہت بہت یاد کرو تاکہ تم نجات (فلاح) پاؤ۔''

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دن رات کا بہت سا حصہ نماز اور دعا میں گزرتا تھا۔ جب آپ کو کوئی مشکل اور کٹھن پیش آتی تو اللہ سے عرض کرتے:

''یا حی یا قیوم برحمتك استغیث۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اس حد تک تاکید فرمائی ہے کہ کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا کرے' دعا مانگنے کا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ دعا عاجزی اور انکساری کے ساتھ مانگی جائے جیسے ایک بھکاری کسی کے سامنے گڑگڑا کر سوال کرتا ہے اور اپنا دامن پھیلا دیتا ہے' لہٰذا دعا اس امید و یقین سے کرنی چاہئے کہ اللہ جو کہ ہمارا مالک کل ہے اور اس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے' وہ چاہے گا اور اس کو منظور ہو گا تو ہماری پریشانی دور ہو جائے گی' دعا جائز اور نیک کاموں کے لئے کرنی چاہئے' اسلام نے جن باتوں کو ناجائز بتایا ہے ان کے لئے دعا مانگنا بہت بڑا گناہ ہے۔

دعا کا پورا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے' وہ عالم الغیب اس بات کو جانتا ہے کہ کون سی چیز ہمارے حق میں بہتر ہے اور کس چیز سے دین و دنیا میں ہمیں نقصان پہنچے گا' جس چیز کی ہم نے دعا میں طلب کی ہے' وہ ہمیں چاہے ملے یا نہ ملے اس کے لئے دعا مانگنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جتنی دیر تک ہم دعا میں مشغول رہیں گے اتنی دیر تک اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق قائم رہے گا۔

☆☆......☆☆

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔

ماہر خطاط ارشد خرم کی زیر نگرانی
خرم گرافکس
کمپیوٹرائزڈ ڈیزائننگ، کیلنڈر ڈیزائننگ، پیکجز ڈیزائننگ، ٹائٹل ڈیزائننگ
لیٹر ہیڈز، دعوت نامے، وزیٹنگ کارڈز، ہر قسم پبلسٹی آئٹم کی تیاری
اور مکمل پرنٹنگ تک کی تمام سہولیات سے آراستہ باعتماد ادارہ
نیز دینی اداروں کا کام نہایت توجہ اور انکے ذوق کے مطابق کیا جاتا ہے۔
32 شمسی گلزار سنٹر فریئر مارکیٹ ایم اے روڈ کراچی
7723881
گرافک ڈیزائنر سلمان ارشد

اسلامی نظام اور اس کے تقاضے

ڈاکٹر تنزیل الرحمن

جب ہم "اسلام" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد چند رسوم اور عبادات کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ ہم "اسلام" سے ایک مکمل ضابطہ حیات مراد لیتے ہیں جو ایک مسلمان کا دنیاوی اور اخروی زندگی کے تمام دائروں اور گوشوں پر حاوی ہے، جس میں بندے اور اللہ کی درمیان تعلق کی نشاندہی اور خود اللہ کے بندوں کے درمیان باہمی اشتراک و تعلق کی حد بندی ہوتی ہے۔ اور جب ہم اس ضمن میں اسلام کے تعلق سے "نظام" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد اس نظام کی مکمل عملی شکلیں ہوتی ہیں جو زندگی کے مختلف دائروں میں متشکل ہو کر ہمارے سامنے آتی ہیں جو ایک دوسرے سے مربوط اور ہم آہنگ ہوتی ہیں جس کا لفظ "نظام" خود تقاضہ کرتا ہے۔

نظام "نظم" سے بنا ہے:

"نظام" کا لفظ "نظم" سے بنا ہے اور نظم کے معنی ایک سلسلے اور لڑی کے ہیں جیسے موتیوں کی لڑی۔ اصناف شعر میں "نظم" کو اسی لئے نظم کہتے ہیں کہ وہ ایک خیال کو باہمی ربط و تسلسل کے ساتھ مختلف اشعار کی صورت میں پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسلام کا نظام مختلف دائروں میں اپنے متعدد مظاہر رکھنے کے باوجود اسلام کے اس اساسی تصور زندگی کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کا اسلام داعی ہے، کیونکہ ایک مسلم معاشرے کی معیشت و معاشرت، آئین و سیاست، علم و اخلاق، تہذیب و تمدن، غرض زندگی کے تمام تر مناظر اور مظاہر خواہ وہ داخلی ہوں یا خارجی انسان کے تصور زندگی کے رہین منت اور تابع بلکہ اس کا عکس ہوتے ہیں۔

حسی تمدن:

اسلام اپنے تصور نظام زندگی میں حسی تمدن کا مخالف ہے۔ حسی تمدن میں غیر مادی شے کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس تمدن میں حیات بعد الممات کی حقیقت کا انکار اور انسان کو کلی طور پر آزاد و خود مختار قرار دے کر اس کی دنیوی زندگی کا واحد مطمح نظر مادی فائدہ قرار پاتا ہے۔ چنانچہ روح، اس کے تقاضوں اور متعلقات کے انکار کے سبب جسم انسانی اور اس کی ضرورتیں انسانی توجہ کا اصل مرکز اور محور قرار پاتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام اعلیٰ اخلاق اقدار جو حسی تمدن کے اس تصور کی تکمیل میں مانع یا مزاحم ہوں یا تو ان کا سرے سے انکار کر دیا جاتا ہے اور یا ان کو اضافی حیثیت دے کر ان کی من مانی تاویلیں اور تعبیریں گھڑ لی جاتی ہیں۔ اس حسی تمدن کی آج کے اشتراکی معاشروں میں کلیتاً اور مغربی سرمایہ دارانہ معاشروں میں خاصی پذیرائی ہو رہی ہے۔

الہامی تمدن:

اس کے برخلاف اسلام الہامی تمدن کی تشکیل پر زور دیتا ہے۔ جس کی بنیاد وحی الٰہی پر قائم ہے اور جس کے ماننے والے جسم و روح دونوں کے تقاضوں اور متعلقات میں باہمی عدل و توازن پیدا کرتے ہیں اور ان کی تمام تر سرگرمیاں انسانیت کے وسیع تر مفاد میں ہوتی ہیں۔

عقیدۂ توحید و رسالت:

اسلام اپنے اس معاشرے یا تمدن کی تشکیل میں جس چیز کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ وہ توحید باری تعالیٰ ہے کہ اس کائنات کی حاکمیت اعلیٰ اللہ اور صرف اللہ کو حاصل ہے اور انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اس حاکم اعلیٰ کے ہر حکم کے آگے بلا چون و چرا سر تسلیم خم کر دے، اور یہ حکم یا احکام خدا کی طرف سے اس انسان کو انبیاء کرام کے ذریعے پہنچتے رہے ہیں اور اس سلسلے کی آخری کڑی سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

"فلا وربك لا يؤمنون حتى
يحكموك فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما
قضيت ويسلموا تسليماً"

اس آیت کریمہ کے ذریعے اس امر کی تلقین کی جارہی ہے کہ مسلمان معاشرہ اس وقت تک صاحب ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ ان امور میں جن کے بارے میں باہم مسلمانوں میں اختلاف ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم نہ بنالیں اور جو کچھ آپ فیصلہ فرمادیں وہ اس فیصلے سے اپنے قلبوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ مکمل انقیاد و اطاعت میں اپنا سر تسلیم آنحضرت کے فیصلے کے آگے خم کردیں۔

اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا یہ تصور عالمی انسانی برادری اور عالمی انسانی مساوات کے نظریئے کو پیدا کرتا ہے اور اس سے انسان پر انسان کی حاکمیت کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ بادشاہی‘ جاگیرداری‘ اشرافیت‘ برہمنیت‘ پاپائیت اور آمریت سب کی نفی ہو جاتی ہے۔

عقیدۂ آخرت:

ایک مسلمان کے لئے اس کائنات پر اللہ کی حاکمیت اور اس کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی مکمل اطاعت کے ساتھ آخرت کا عقیدہ وہ انقلابی تصور ہے جو انسان کو خیر وشر کے درمیان خیر کو منتخب کرنے کے لئے تیار کرتا ہے‘ اور آخرت میں جواب دہی کا تصور اس کو اپنی دنیاوی زندگی میں خیر کا تابع بنائے رکھتا ہے‘ یہ تصور برائیوں سے روکتا ہے اور خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

چنانچہ ایک مسلم معاشرے کی زندگی کا کوئی بھی دائرہ ہو یا کوئی بھی گوشہ یا پہلو ہو اگر اس کی تشکیل خدا پرستی اور خدا خوفی کے جذبے اور احساس وادراک پر رکھی جائے گی تو اس معاشرے میں نیکیاں پروان چڑھیں گی اور برائیوں کا اثر ونفوذ کم ہو جائے گا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

"فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ
ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ"

گویا روز جزا ہر انسان کو اس کے خیر وشر کے رائی کے دانے کے برابر کا بھی بدلہ ملے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"من عمل صالحاً فلنفسہ
ومن اساء فعلیہا"

یعنی جس شخص نے صالح عمل کیا تو اس سے اس کی ذات کو فائدہ پہنچے گا اور جس نے برا عمل اختیار کیا اس کا اثر اس کے نفس پر ضرور پڑے گا اور وہ اس کی سزا ضرور بھگتے گا۔

ذہنی مطابقت اور عملی یک رنگی:

اسلام اپنے ماننے والوں کے درمیان ایک فکری ہم آہنگی اور ذہنی مطابقت پیدا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر افراد میں ذہنی مطابقت پائی جائے گی تو اس کے افراد معاشرے کی شکل میں ایک قوت بن کر ابھریں گے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسی کہ آپ ایک دیوار بنانا چاہیں مگر اس دیوار کی تعمیر کے لئے آپ کے پاس جو اینٹیں ہیں وہ مسالے کے مختلف توازن کے ساتھ بنی ہیں اور ان کے سائز بھی اپنی لمبائی‘ چوڑائی اور موٹائی کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ان اینٹوں سے آپ دیوار تو یقیناً بنالیں گے مگر جو دیوار بنے گی وہ مکمل طور پر باہمی مربوط نہ ہوگی اور کمزور ہوگی۔ اس کے برخلاف ایک ایسی دیوار جس میں یکساں مسالے کے توازن اور سائز کی اینٹیں باہمی ایک دوسرے سے صحیح طور پر مربوط لگائی گئی ہوں وہ پہلی دیوار کے مقابلے میں یقیناً زیادہ مستحکم اور قابل اعتبار ہوگی۔ مسلمانوں کی جماعت کو عقیدے کی ہم آہنگی اور ذہنی مطابقت کے سبب ان کے اتحاد کو "بنیان مرصوص" سے تعبیر کیا گیا ہے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ ذہنی مطابقت کے سبب ان کے طریق عمل میں بھی مطابقت پیدا ہوتی ہے اور پھر انسانی تہذیب کی جو عمارت ان کی کوششوں سے تعمیر ہوگی اور معاشرہ وجود میں آئے گا وہ یقیناً صالح افراد کا قرآنی معاشرہ ہوگا۔

اس مثال کے دینے سے میری مراد یہ ہے کہ ہماری حکومت‘ ہماری دینی انجمنیں اور نظریہ پاکستان اور اسلام کی داعی جماعتیں اور ملت کا درد رکھنے والے اہل فکر اصحاب اس نکتے کو اچھی طرح محسوس کرلیں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی ذہنی مطابقت اور فکری ہم آہنگی پیدا کرنے کے کام کو نفاذ قانون اور ترویج نظام اسلامی کا ایک لازمی حصہ سمجھیں۔

مسلم معاشرے کا اصل نصب العین:

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرے کو اس کا بھولا ہوا نصب العین یاد دلایا جائے کہ اس کی زندگی کا سراسر مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے‘ اس کا ہر عمل اس کی تکمیل وتحصیل کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ وہ اگر امن وسکون راحت واطمینان اور سربلندی چاہتا ہے تو وہ اس کے اس فکر وعمل میں پوشیدہ ہے کہ وہ کہہ اٹھے اور اس پر عمل بھی کر دکھائے:

"ان صلوتی ونسکی
ومحیای ومماتی للہ رب العلمین"

ترجمہ: "بیشک میری نماز‘ میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب کی سب اللہ کے لئے ہے۔"

نظام اسلام کے نفاذ سے معین سمت کا ادراک:

پاکستان میں اسلامی نظام کی ترویج سے معاشرے میں ایک معین سمت کا عملی ادراک پیدا ہوگا اور قوم مرغ بادنما کی طرح ہوا کے رخ پر چلنا چھوڑ دے گی اور اسلام اس کی قومی سیرت کا ایک لازمی جزو بن جائے گا۔ اس کا ایک مستقل رنگ ہوگا جس کو ہم قرآن کی زبان میں "صبغۃ اللہ" اللہ کا رنگ کہہ سکتے ہیں۔

اسلامی نظام کا ایک اہم تقاضہ یہ بھی ہے کہ ہم گروہی اور فرقہ وارانہ عصبیت کے سموم اثرات سے اپنی نوجوان نسل کو محفوظ رکھیں‘ کیونکہ آئندہ چل کر موجودہ نسل کو اسلامی نظام برپا کرنے کی کوششوں میں تعاون کا فریضہ انجام دینا ہے اور یہ بات خاص طور پر ہمارے علمائے کرام اور سیاست دانوں کے سمجھنے کی ہے۔

آخری قسط

قادیانیوں سے چند سوال

اب تک کسی مرزائی کو ان سوالات کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

سوال:۱۳...... مرزا قادیانی ''چشمہ معرفت'' میں لکھتا ہے:

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے' اور آپ خاتم الانبیاءؐ ہیں' اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے' کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی' یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا' کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا' وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا' اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی' جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں' زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی' جو قرب قیامت کا زمانہ ہے' اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے' اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے' پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے' اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے' کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہدے سے وابستہ کی گئی ہے' اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے' اور وہ یہ ہے:

''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' (سورہ صف:۱۰)

''یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔''

یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے' اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا' اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو' اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے' جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں' کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔''

(چشمہ معرفت ص:۸۲'۸۳
روحانی خزائن ج:۲۳ ص:۹۰'۹۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام متقدمین کا اجماع ہے کہ آیت شریفہ کے مطابق عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ اول تو مرزا کا دعویٰ ہی مسیح موعود ہونے کا نہیں' بلکہ مرزا کو مسیح موعود سمجھنا کم فہم لوگوں کا کام ہے (ازالہ اوہام ص:۱۹۰) پھر مرزا کے وقت میں یہ عالمگیر غلبہ ظہور میں نہیں آیا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا کو مسیح موعود سمجھنا غلط اور جھوٹ ہے؟

سوال:۱۴...... مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہے یا خلاف؟ اگر مطابق ہے تو برائے مہربانی وہ احادیث جن میں مرزا صاحب کی علامات بیان فرمائی گئی ہیں مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

سوال:۱۵...... مرزا صاحب اربعین نمبر۳' صفحہ نمبر۱۷ مندرجہ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۴۰۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں۔ جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہو گا تو:

۱: اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔

۲: وہ اس کو کافر قرار دیں گے۔

۳: اور اس کے قتل کے فتوے دیئے جائیں گے۔

۴: اور اس کی سخت توہین کی جائے گی۔

۵: اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج ...... اور

۶: دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا

جائے گا۔"

مسیح موعود کی یہ چھ علامتیں جو مرزا صاحب نے قرآن مجید سے منسوب کی ہیں' قرآن کریم کی کس آیت میں لکھی ہیں؟ اس کا حوالہ دیجئے۔

سوال ۱۶:...... مرزا صاحب اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۷۱ پر لکھتے ہیں کہ:

"انبیاً گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔"

کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی طرف مرزا صاحب نے دو باتیں منسوب کی ہیں:

۱: مسیح موعود کا چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہونا۔

۲: اور پنجاب میں پیدا ہونا۔

نوٹ: اربعین کے پہلے ایڈیشن میں "انبیاً گزشتہ" کا لفظ تھا اوپر اسی کا حوالہ دیا گیا ہے' لیکن بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو بدل کر "اولیائے گزشتہ" کا لفظ بنادیا گیا' اس تبدیلی کے بعد بھی یہ عبارت جھوٹ ہے۔

سوال ۱۷:...... مرزا صاحب ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۸ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۹ پر لکھتے ہیں:

"ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔"

احادیث صحیحہ کا لفظ کم از کم تین احادیث پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کی ان دو علامتوں کو جو مرزا صاحب نے احادیث صحیحہ کے حوالے سے لکھی ہیں' ان کے بارے میں کم از کم تین تین احادیث کا حوالہ دیجئے۔

سوال ۱۸:...... مرزا صاحب اس کے متصل آگے لکھتے ہیں:

"اور لکھا تھا کہ وہ پیدائش کی رو سے دو صدیوں میں اشتراک رکھے گا' اور دو نام پائے گا' اور اس کی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھے گی اور چوتھی دو گونہ صفت یہ کہ پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہوگا۔"

اگر یہ مرزا صاحب کا سفید جھوٹ نہیں تو فرمایا جائے کہ مسیح موعود کی یہ چار علامتیں حدیث کی کس کتاب میں لکھی ہیں؟

سوال ۱۹:...... مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۸۱ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔"

کیا صحیح مسلم کی حدیث میں حضرت مسیح کا آسمان سے اترنا لکھا ہے؟

سوال ۲۰:...... مرزا صاحب شہادۃ القرآن صفحہ ۴۱ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۷ پر لکھتے ہیں:

"اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے' جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔"

ہمارے سامنے صحیح بخاری کا جو نسخہ ہے اس میں تو یہ حدیث: "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" ہمیں کہیں نہیں ملی' لیکن جس طرح مرزا صاحب کے گھر میں قرآن کریم کا ایسا نسخہ تھا جس میں: "انا انزلناہ قریباً من القادیان" لکھا تھا (ازالہ اوہام ص ۷۶ تا ۷۷ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ حاشیہ) اسی طرح شاید ان کے مسیح خانہ میں کوئی نسخہ صحیح بخاری کا ایسا بھی ہو جس میں سے دیکھ کر مرزا صاحب نے یہ حدیث لکھی ہو۔

بہر حال اگر مرزا صاحب نے صحیح بخاری شریف کا حوالہ صحیح دیا ہے تو ذرا اس صفحہ کا عکس شائع کر دیجئے' اور اگر جھوٹ دیا ہے تو یہ فرمایئے کہ جو شخص صحیح بخاری جیسی معروف و مشہور کتاب پر جھوٹ باندھ سکتا ہے' وہ اپنے دعویٰ مسیحیت میں سچا ہوگا؟ کیونکہ مرزا صاحب ہی کا ارشاد ہے کہ ایک بات میں جھوٹ ثابت ہو جائے تو پھر دوسری بات میں بھی اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت ص: ۲۲۲)

سوال ۲۱:...... مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۷ حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"اس (محمدی بیگم سے نکاح کی) پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ: یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے' اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے' گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ

یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔"

مرزا صاحب کی اس تحریر سے پہلے ان کی اہلیہ محترمہ نصرت جہاں بیگم موجود تھیں اور مبارک احمد کے علاوہ باقی سب صاحبزادے بھی پیدا ہو چکے تھے لیکن مرزا صاحب نے مسیح موعود کی ان دو علامتوں سے "خاص شادی" اور "خاص اولاد" مراد لی ہے یعنی محترمہ محمدی بیگم (اعلی اللہ مقامہا) سے نکاح اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد' مگر مرزا صاحب کو یہ نکاح ہی نصیب نہ ہوا' اولاد تو کیا ہوتی۔ فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نعوذ باللہ غلط تھی یا مرزا صاحب کی مسیحیت غلط ٹھہری؟ اور یہ بھی فرمایئے کہ جب یہ پیشگوئی مرزا صاحب پر صادق ہی نہ آئی تو مرزا صاحب کے سیاہ دل منکروں کا جواب کدھر گیا؟ اور یہ بھی فرمایئے کہ جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صادق نہ آئے' وہ مسیح موعود ہو سکتا ہے؟ اور اسی پیشگوئی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"یاد رکھو کہ اگر اس پیشگوئی کی دوسری جزو (یعنی احمد بیگ کے داماد کی موت اور محترمہ محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے حجلہ عروسی میں آنا) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۸)

نیز فرماتے ہیں کہ:

"میں اس کو صدق و کذب کا معیار ٹھہراتا ہوں اور میں نے نہیں کیا' مگر بعد اس کے مجھے میرے رب کی جانب سے خبر دی گئی۔"

(انجام آتھم ص ۲۲۳ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۳)

مسیح موعود کی یہ خاص علامت محمدی بیگم (اعلی اللہ مقامہا) سے نکاح کی سعادت تو مرزا صاحب کو نصیب نہ ہوئی۔ جس کی بنا پر وہ باقرار خود "ہر بد سے بدتر" اور "کاذب" ٹھہرے۔ اب فرمایئے! اگر مرزا صاحب کو "المسیح الکذاب" کا خطاب دیا جائے تو کیا یہ انہی کے اقرار کے مطابق واقعہ کی صحیح ترجمانی نہیں؟

سوال ۲۲:...... مرزا صاحب تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۱۵۹ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۳ پر لکھتے ہیں:

"اس کے (یعنی مسیح موعود کے) مرنے کے بعد نوع انسان میں علت عقم سرایت کرے گی۔ یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائے گی' وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام' پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔"

فرمایئے! مرزا صاحب کے وجود میں "مسیح موعود" کی یہ خاص علامت پائی گئی ہے؟ کیا ان کے مرنے کے بعد جتنے انسان پیدا ہوئے وہ سب وحشی ہیں؟ اور انسانیت صفحہ ہستی سے مٹ گئی ہے؟ کیا کوئی بھی حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا دنیا میں موجود نہیں۔

اگر مرزا صاحب میں یہ علامت نہیں پائی گئی تو وہ مسیح موعود کیسے ہوئے؟ اور اگر پائی گئی ہے تو دور کے لوگوں کا تو قصہ جانے دیجئے' خود قادیانی جماعت کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کیا یہ بھی وحشیوں کی جماعت ہے؟ کیا ان میں حقیقی انسانیت قطعاً نہیں پائی جاتی؟ اور ان کو حلال و حرام کی کچھ تمیز نہیں؟

سوال ۲۳:...... مرزا صاحب مسیح بنے تو انہوں نے اپنے گھر میں دجال بھی گھڑ لیا یعنی پادری' یہاں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ پادری تو دنیا میں پہلے سے موجود تھے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بھی پہلے اور ان کے مشرکانہ عقائد و نظریات بھی پہلے سے چلے آرہے تھے جس پر قرآن کریم گواہ ہے مگر دجال کو تو قتل کرنا تھا جب کہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے پون صدی ہو رہی ہے اور ان کا دجال ابھی تک دنیا میں دندناتا پھر رہا ہے۔ مسیح موعود کی یہ علامت مرزا صاحب پر کیوں صادق نہیں آتی؟

دوسرے' دجال کو دنیا میں صرف چالیس دن رہنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے مگر مرزا صاحب کے خود ساختہ دجال کا چلہ ابھی تک پورا ہی ہونے میں نہیں آتا۔

تیسرے' مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کردوں' پس مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے' تو میں جھوٹا ہوں۔

پس دنیا کیوں مجھ سے دشمنی کرتی ہے؟ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی؟ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا' اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔" (اخبار البدر ۱۹/ جولائی ۱۹۰۶ء)

دنیا گواہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے کے بعد دین اسلام کو ترقی نہیں ہوئی بلکہ تنزل ہوا۔ حد یہ ہے کہ آج تک خود ان کی اپنی جماعت خارج از اسلام ہے؟ کیا قادیانی صاحبان سب دنیا کے ساتھ مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی گواہی نہیں دیں گے؟ فرمایئے! اب مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

☆☆......☆☆

شہدائے یرموک کا ورثہ

مولانا محمد اسمٰعیل عارفی

ساحل سمندر پر چند نوجوان جنگی مشقیں کر رہے تھے‘ وہ بڑی پھرتی سے سمندر میں کودتے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو جاتے‘ دل دھڑکنے لگتا کہ شاید وہ پانی کی تہہ میں گم نہ ہو گئے ہوں مگر اچانک دور سے ان کے چہرے دکھائی دیتے تو دل کو قرار آ جاتا اور آنکھوں کو تسلی ہو جاتی کہ وہ ابھی زندہ ہیں‘ ابھی تو میدان کارزار میں دشمن کو ہزیمت کا مزہ چکھانا ہے‘ ابھی تو امت مسلمہ کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچانا ہے۔ وہ مستعدی و چستی کے ساتھ دوڑتے اور پھر سے اپنے مرکز پر پہنچ کر تربیت کے دوسرے مرحلے کا آغاز کر دیتے۔ ان کا کمانڈر بھی ایک قد آور‘ جسیم‘ میدان کا شاہسوار‘ جنگ کا غازی اور رموز حرب کا مجتہد تھا‘ بے باکی‘ جرأت و استقامت اسے وراثت میں ملی تھی‘ غالباً وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حالات کے خونی مناظر سے ڈرنا خلاف فطرت سمجھتے ہیں اور ہر حال میں شہادت و شجاعت کے ابواب صفحہ عالم پر رقم کرنا اپنی تاریخ کا لازمی حصہ اور اپنے روشن کردار کا جزو لاینفک سمجھتے ہیں‘ اس میں بلا کی ذہانت تھی‘ فوج کی سالاری‘ اپنے ساتھیوں کی ہمت افزائی‘ دشمن کے کمزور پہلوؤں پر نظر رکھنا‘ ماتحت لوگوں کی نفسیات جاننا‘ انہیں عسکری مشوروں میں برابر شریک رکھنا‘ اپنے سامان جنگ کی کمی کو دشمن کے مال غنیمت سے پورا کرنا‘ محاذ جنگ کا انتخاب کرنا‘ ہر ایک کو اس کی استعداد و مزاج کے مطابق ذمہ داری سونپنا‘ اپنی سپاہ کی حفاظت کرنا‘ دشمن کی افواج کا خاتمہ کرنا‘ غرضیکہ تمام اوصاف قیادت اور لوازم مہارت اس میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھیوں سے مخلص‘ بے حد ملنسار‘ اور گھل مل کے رہنے والا کمانڈر تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم ہے اور رزم حق و باطل میں مچلتا ہوا طوفان ہے‘ اپنوں کے لئے رحمت و الفت کا مرقع اور غیروں کے لئے ننگی تلوار‘ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں صرف لاٹھیاں تھیں۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی وہ جذبہ جہاد سے سرشار اور شوق شہادت سے معمور تھے۔ انہیں یقین تھا کہ یہ لکڑی میدان میں پہنچ کر دشمن کے لئے بے نیام تلوار بن جائے گی‘ کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جنگ افرادی قوت یا کثرت سامان سے نہیں بلکہ ایمانی طاقت اور نصرت الٰہی سے جیتی جاتی ہے‘ شاید وہ اس کا بارہا تجربہ بھی کر چکے ہوں۔

اچانک ساحل پر ایک جہاز لنگر انداز ہوا‘ یہ رومی جہاز تھا جو سلطنت روم کی جانب سے اسلامی سرحدات میں داخل ہو کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتا تھا۔ اس جہاز کا کپتان ایک لحیم شحیم‘ لمبا تڑنگا‘ موٹا تازہ اور نہایت چست و چالاک آدمی تھا‘ چرب زبانی میں اسے مہارت تامہ حاصل تھی اور اپنے مقابل کو ”بدھو“ بنانے میں اسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں سلطان روم کا ایلچی بن کر بھی گیا تھا اس کی نیلی آنکھوں میں مکر و فریب کے داؤ پیچ دکھائی دیتے تھے۔ جہاز سے باہر نکلتے ہی اس نے دور سے دیکھا کہ چند نوجوان کچھ حرکتیں کر رہے ہیں‘ وہ چلتے چلتے رک گیا‘ اس نے کہا: ارے! یہ تو جنگی مشقیں کر رہے ہیں۔ دیکھو! ایک نوجوان ان کو گائیڈ کر رہا ہے‘ کبھی زمین پر لیٹے ہیں‘ کبھی دوڑتے ہیں‘ کبھی نشانہ بازی کرتے ہیں‘ کبھی کھڑے ہو کر تلوار چلانے کی مشق کرتے ہیں‘ مگر ان کے ہاتھوں میں تلواریں تو نہیں ہیں؟ وہ یہی سوچتا گیا اور چلتا گیا۔

نوجوان جرنیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصروف تھا‘ وہ کافی دیر سے انہیں ٹریننگ دے رہا تھا‘ اسے یہ بھی خیال تھا کہ میدان جنگ میں دشمن پر غلبہ پانے کے لئے اپنے ساتھیوں کی ذہنی تربیت اور فکری بیداری بھی ضروری ہے۔ یہ سوچتے ہوئے وہ گویا ہوا کہ اے میرے مجاہد بھائیو! یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ محض جسمانی ورزش نہیں بلکہ بہت بڑی عبادت اور پروردگار عالم کے حکم کی اطاعت ہے‘ اس کائنات ارضی کے مالک کا ارشاد ہے کہ میری وسیع سلطنت میں میرے نائب بن کر میرے نظام امن کو نافذ کرو‘ ظلم و ستم‘ جبر و تشدد‘ پستی اور سسکتی ہوئی انسانیت کو نجات دلاؤ‘ دنیا کے جھوٹے خداؤں‘ فرعونوں‘ ظالموں اور طاغوتی طاقتوں کا خاتمہ کر کے میری الوہیت اور میرے نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا پھریرا لہراؤ‘ یہ تب ہو گا جب ہمارے بازو میں قوت اور جسم میں جان ہو گی‘ سنو! ہم بے مقصد پیدا نہیں کئے گئے‘ ہمارا کام کھیل کود‘ لہو و لعب نہیں‘ ہم اللہ کے فرستادہ ہیں‘ ہمیں بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر بندوں کے خالق کی طرف لانا ہے‘ ہمیں

اللہ کے دشمنوں سے پنجہ آزمائی کرنا ہوگی اگر ہم نے موت کا ڈر اپنے دلوں سے نکال دیا اور حیات جاوداں کو اپنے لئے اختیار کرلیا تو ہم کبھی ناکام نہیں ہوں گے عزت وعظمت ہمارے قدم چومے گی دنیا کی خلافت ہمارا اعزاز اور دشمن کا مال غنیمت ہمارا رزق ہوگا اگر ہم اخلاص کے ساتھ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے تو ہمارا اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور کفار کا تو کوئی مولیٰ ہی نہیں مجاہد بنو! مجاہد وہ ہوتا ہے جس کے دن عقابوں اور راتیں شیروں کی طرح گزرتی ہیں مرو نہیں بلکہ موت پر احسان کرو تمہاری خوش قسمتی اور اقبال مندی کا کیا کہنا مرے تو شہید جیئے تو غازی تمہارے لئے ناکامی کا کوئی احتمال نہیں اپنی صفوں کو مضبوط رکھو اپنے درمیان اختلاف کو ختم کردو ایسا نہ ہو کہ تمہارے قدم اکھڑ جائیں اپنے امیر کی اطاعت کرو ایسا نہ ہو کہ اللہ کی مدد اٹھ جائے اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو ایسا نہ ہو کہ نیکی منہ پر ماردی جائے اپنی بھرپور جنگی تیاری رکھو ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہارے سینے پر چڑھ بیٹھے یا تمہاری طرف میلی آنکھ سے دیکھے یاد رکھو! یہ دنیا فانی ہے موت تو اک دن آنی ہے مگر بہترین ہے وہ موت جو شہادت کی موت ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے اور شہیدوں کی خواب گاہوں میں قدرت کے محاسب نہیں آئے فطرت ان پر ناز کرتی ہے اور انسانیت ان پر فخر کرتی ہے کسی قوم کی عظمت کا معیار یہ ہے کہ اس کے نوجوانوں میں ضبط نفس کتنا ہے؟ احساس ذمہ داری کس قدر ہے؟ ان میں جوش کے ساتھ ہوش کس درجہ ہے؟ ان میں حالات کے سنوارنے کی کتنی استعداد ہے؟ ان میں بڑوں کی اطاعت کا جذبہ کتنا ہے؟ اپنی جوانی کی لن ترانیاں چھوڑ دو خوابوں کی دنیا سے باہر آؤ حقائق سے سمجھوتا کرو بصیرت وفراست کو اپنی گم شدہ متاع سمجھو نقشوں کو نہ جانچو چل پھر کے دیکھو کردار کی روشنی میں آؤ کیونکہ افکار کے چکر کچھ بھی نہیں تم تو حیدر کرار کی شجاعت کے امین ہو تم عمرو ابن جموح کے جذبات کی علامت ہو تم خالد بن ولیدؓ کی یلغار کا مظہر ہو تم سعد بن ابی وقاصؓ کی للکار کا نشان ہو تم زبیر بن عوامؓ کی جرأت کے علمبردار ہو تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں کی استقامت کے ان مٹ نقوش ہو تمہیں اپنے سلف کی روایات کو زندہ رکھنا ہے تمہیں شہادتوں کے نئے ابواب رقم کرنا ہے۔ اپنا نصب العین پہچان لو اپنی منزل کا تعین کرلو اور پھر اس کے حصول کے لئے سردھڑ کی بازی لگادو بے شک یہی کمال بندگی ہے بے شک یہی حاصل زندگی ہے بے شک یہی معراج زندگی ہے۔

نوجوان جرنیل کی تقریر بڑی سلاست و روانی اور فصاحت کے ساتھ جاری تھی اس کا ایک ایک لفظ سامعین کے قلب و ذہن میں پیوست ہوتا جارہا تھا اس کی گفتگو سے اخلاص کی خوشبو آرہی تھی اس کے قول میں عمل کی چمک تھی اس کی اذان مجاہد کی اذان تھی جو وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل بن کر گونج رہی تھی اس کے ساتھی جہاد کی حقیقت و ماہیت کو جان چکے تھے اور لفظ جہاد کے حقیقی مصداق سے باخبر ہو چکے تھے وہ اپنے کام کے تہہ نظر کو بھی جان چکے تھے اور پس منظر اور پیش منظر کو بھی۔

اسی اثناء میں رومی سالار کچھ قریب آ گیا تھا وہ نوجوان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر بہت چیں بجیں ہوا اس کے لئے یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس نے اپنے ساتھ دوسرے رومی سے کہا: اگر مسلمانوں میں اس طرح جذبہ جہاد زندہ ہوگیا تو ہمارا کیا بنے گا؟

رومی: یہ بہت خطرناک بات ہے مسلمان نوجوانوں کا اس طرح جنگی تیاری کرنا باعث تشویش ہے۔

سالار: پھر اس کا کیا حل ہے؟ بتاؤ کیا کیا جائے؟

رومی: انہیں جہاد سے ہٹانے اور اسلحہ سے روکنے کی مختلف تدابیر کی جائیں۔

رومی: مگر ایسا مشکل ہے کیونکہ یہ بڑے متعصب ضدی اپنے مذہب کے جنونی اور لڑنے بھڑنے کے شوقین ہوتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ انہیں موت کا ڈر بھی نہیں ہوتا۔

رومی: بات تو ٹھیک ہے کیونکہ میں نے بھی دیکھا ہے کہ میدان جنگ میں ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ دوسرے سے پہلے آگے بڑھے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے جان دے دے اور ہمارے سپاہیوں میں سے ہر ایک کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا آجائے تو کتنا اچھا ہو کہ جاں بخشی ہو۔

سالار: اچھا تم سوچنا یہ بڑا نازک معاملہ ہے اور اپنے مشوروں سے آگاہ کرنا۔

اچانک رومی سالار کے دل میں شاطرانہ جذبات نے انگڑائی لی اسے ایک بہترین شرارت سوجھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا نوجوان جرنیل کے پاس پہنچا اور طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ اس نوجوان کو مخاطب کرکے کہا: بیٹے یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کھلونا ہے؟ یہ تمہارے ہاتھ میں کچھ اچھا نہیں لگتا یہ ذرا مجھے دے دو۔ نوجوان جرنیل اس کا مدعا سمجھ گیا۔ اس کی غیرت جوش میں آگئی اس نے بڑی جرأت سے کہا: یہ کھلونا نہیں تلوار ہے تلوار یرموک کے شہداء سے ورثہ میں ملی ہے رومیوں کا خون پینے کے لئے بے تاب ہے کتنوں کا خون پی چکی ہے مگر اس کی پیاس ابھی باقی ہے معلوم نہیں کب اس کی تشنگی بجھے گی۔

دعا

اسلام نے جہاں انسانوں کو عمل وحرکت بلکہ کائنات کو مسخر کرنے کی دعوت دی ہے' وہاں یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو' اس کی مدد چاہو اس کے حضور اپنی عرض اور التجا پیش کرو' اور پھر دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ سب سے آخری کتاب قرآن حکیم کا آغاز بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور دعا سے ہوتا ہے' اور قرآن کے اندر بھی جابجا انبیاء وصلحا کی دعاؤں کا ذکر ہے' لیکن اس کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا اور صرف دعائیں کرتے رہنا اسلام ایسی کاہلانہ زندگی کو ہرگز پسند نہیں کرتا' اسلام کے نزدیک حرکت میں برکت ہے' اسلامی نقطۂ نگاہ سے عمل بے دعا اور دعا بے عمل' یہ دونوں چیزیں غلط ہیں' آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے میدان میں فوجوں کو لڑایا ہے' یہاں تک کہ خود بھی زخمی ہوئے' اور ساتھ ہی رب کریم کے حضور عرض بھی کرتے رہے اور اپنے درد وغم کو پیش کیا' اسلام دین فطرت ہے' اسی لئے اس نے دعا کی تعلیم دی' اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس سے مدد چاہنا انسان کی فطرت ہے' تجربہ اور تاریخ بتاتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور دھریوں کے گروہ میں شامل ہیں جب سخت مصیبت اور پریشانیوں میں گھر جاتے ہیں تو بے اختیار مدد کے لئے اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں اور ان کی زبان سے بے ساختہ اللہ' اللہ کا ورد شروع ہو جاتا ہے۔

دعا کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں جگہ جگہ یوں توجہ دلائی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب اپنی لغزش کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ کے حضور یوں عرض کیا:

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنا نقصان کرلیا' اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو حقیقتاً ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب سرکشی اور باغیانہ طرز عمل کی انتہا کردی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کی:

وسیم احمد قاسمی

"میں عاجز (درماندہ) ہوں' میرے پروردگار! تو بدلہ لے۔"

"اے میرے پروردگار! جو نعمت بھی تو بھیج دے میں اس کا حاجت مند ہوں۔"

حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کے حضور اپنی پریشانیوں ودرد کا ذکر یوں کیا ہے:

"مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے' اور (اے اللہ) تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے رنج وغم کے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کو یوں پکارا:

"اے میرے رب! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے' میں ہی بے شک قصوروار ہوں۔"

قرآن حکیم نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ میں یہ حکم دیا ہے:

"سوتم مجھے یاد کیا کرو' میں تمہیں یاد کیا کروں گا' اور میرا احسان ماننا اور ناشکری نہ کرنا۔"

سورۂ آل عمران میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

"اور اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح' شام اس کی تسبیح کرنا۔"

سورۂ طٰہٰ آیت ۱۴ میں فرمایا:

"بے شک میں ہی اللہ ہوں' اور میرے سوا کوئی معبود نہیں' تو میری عبادت کیا کرو' اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔"

اور پھر سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۲۴ میں فرمان خداوندی ہے:

"اور جو میری نصیحت (میرے ذکر) سے منہ پھیرے گا' اس کی زندگی (معیشت) تنگ ہو جائے گی۔"

اور سورۃ الجمعہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہوا:

"مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو خدا کی یاد (نماز) کے لئے جلدی کرو' اور (خرید و فروخت) ترک کردو' اور سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے' پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو' اور خدا کا فضل

باقی صفحہ 18 پر

آدمیت تڑپ رہی ہے

عبدالرحیم قریشی، حیدرآباد

وقار انساں ہے زخمی اسی کی عظمت تڑپ رہی ہے
حقوق انساں کے دعویدارو! کیوں آدمیت تڑپ رہی ہے

ہوئے ہیں انسان ریزہ ریزہ جو سر کہیں ہے تو دھڑ کہیں ہے
قصور کیا ہے بتاؤ ان کا یہ کہ کے غیرت تڑپ رہی ہے

اے حکمرانو! تمہارے کتے بھی عیش و عشرت میں پل رہے ہیں
مگر تمہارے پڑوس ہی میں خدا کی خلقت تڑپ رہی ہے

رہیں تمہارے غلام بن کر انہی کو جینے کا حق یہاں ہے
یہ کیسا انصاف ہے بتاؤ جہاں حقیقت تڑپ رہی ہے

جو کاسہ لیسوں، خوشامدیوں کی نسلوں کے خیرخواہوں میں اب ہیں شامل
انہی کے ظالم ہاتھوں میں آدمیت تڑپ رہی ہے

ہے جن کا دعویٰ کہ ہم ہیں داعی زمیں پہ امن و اماں کے یارو!
غضب خدا کا انہی کے ہاتھوں امن کی مورت تڑپ رہی ہے

وہ جن کا کتا مرے تو یارو اداس ہوتے ہیں جن کے چہرے
رگوں میں ان کی ہی بن کے بجلی کیوں بربریت تڑپ رہی ہے

بچی نہ مسجد نہ خانقاہیں گلی نہ کوچے نہ شاہراہیں
کہیں شرافت کا خوں ہوا ہے کہیں صداقت تڑپ رہی ہے

فساد کہہ کر جہاد کو دی خدا کے غیظ و غضب کو دعوت
اے حکمرانو! زباں سنبھالو خدا کی غیرت تڑپ رہی ہے

نہ تاب شنوائی کان میں ہے زباں بھی کہتے لرز رہی ہے
مسلم ہے کیسا اے قریشی قلم کی حرکت تڑپ رہی ہے

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے۔ جس میں سیرت رسول آخر الزماںؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین، ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائیجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

انشاءاللہ اس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے